

ازدواجی زندگی کا نبوی اسلوب اور کتاب وسنت
کی روشنی میں شادی کے مسائل پر مشتمل ایک قیمتی تحفہ

گُلدستۂ نکاح



محمد سرفراز احمد مصباحی

ناشر: شمس الاسلام فاؤنڈیشن، اکڈنڈی، پریہار، سیتامڑھی (بہار)

گلدستۂ نکاح
ازدواجی زندگی کا نبوی اسلوب اور کتاب وسنت کی روشنی میں شادی کے مسائل پر مشتمل ایک قیمتی تحفہ
محمد سرفراز احمد مصباحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گلدستۂ نکاح

محمد سرفراز احمد مصباحی

(حسب فرمائش)

مولانا شمشیر رضا قادری

ناشر

شمس الاسلام فاؤنڈیشن ویلفیر

ٹرسٹ اکڈنڈی سیتامڑھی، بہار

نام کتاب : گلدستۂ نکاح

تصنیف : محمد سرفراز احمد مصباحی

حسب فرمائش : حضرت مولانا شمشیر رضا قادری (بانی شمس الاسلام فاؤنڈیشن)

نظر ثانی : حضرت مولانا الحاج عبد الرشید قادری

تصحیح وتصویب : ماہر تجوید وقرات حضرت مولانا قاری نعیم الدین صاحب
(نائب پرنسپل مدرسہ رحمانیہ، رحمان گنج بارہ بنکی، یوپی)

پروف ریڈنگ محترمہ عالمہ فاضلہ نغمہ فردوس صاحبہ

خصوصی اشاعت : جشن شادی خانہ آبادی (محمد سرفراز احمد مصباحی)
۱۴/ مارچ ۲۰۲۱ مطابق ۲۹ رجب المرجب ۱۴۴۲ھ

تقسیم کار : محمد آرزو حسین ڈینگی باڑی، محمد ریاض رضا، (رضا چشمہ گھر، چانپا) محمد احمد پونے، شاہ نواز بابو سندر گڑھ، قمر الحق دہلی
9771212589/sarfarazmisbahi13@gmail.com

صفحات : ۱۳۶

تعداد : ۱۱۰۰

ناشر: شمس الاسلام فاؤنڈیشن ویلفیر ٹرسٹ اکڈنڈی پریہار سیتامڑھی

Published By:

SHAMSUL ISLAM FOUNDATION WALFARE TRUST

Ekdandi,Parihar,Sitamarhi,Bihar ....Pin: 843324

Mob:9815154649 Email: abuanam18@gmail,com

فہرست

تہدیہ

اس تحفے کو

خلاصہ کائنات رحمت عالم حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں نذر کرتے ہوئے۔

☆صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین کرام۔

☆مذاہب اربعہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی۔

☆اسلام کی حقیقی تعلیمات سے امت کو روشناس کرانے والے مجددین اسلام۔

☆سلاسل اربعہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے جملہ مشائخ عظام۔

☆جملہ محدثین اور فقہاے کرام۔

☆بالخصوص عطائے رسول، خانوادۂ چشت، اہل بہشت، معین الملۃ والدین، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

☆امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی۔

☆جلالۃ العلم ابو الفیض حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی۔

جملہ علماے اہل سنت کے نام جن کے فیوض و برکات اور دم قدم سے میرے علمی چمن میں بہار ہے۔

خاک پائے اولیا: محمد سرفراز احمد مصباحی

۶/رجب المرجب ۱۴۴۲ بروز جمعہ

شرفِ انتساب

پدر بزر گوار محترم المقام عالی جناب عزت مآب محمد شمس الحق ابن محمد نجم الدین مرحوم
مشفقہ و محسنہ والدہ محترمہ حسینہ خاتون کے نام
جن کی شفقت و محبت، محنت و مشقت اور دعائے سحر گاہی و نالۂ نیم شبی نے مجھے علم دین
جیسی لازوال نعمت سے بہرہ ور ہونے کا موقع فراہم فرمایا۔
جملہ برادران کے نام جن کی وفاؤں نے دنیا کے ہر مشکل ترین کام آسان کر دیے
بالخصوص مولانا شمشیر رضا قادری کی تعلیمی ایثار و قربانی کے نام جس کے سبب میں
کسی قابل بن سکا

برائے ایصال ثواب

مولانا محمد خلیل الرحمان رضا، چانپا، ۳۶/ گڑھ

رضوان اللہ خان، ممتاز بیگم

صاحب جان میاں، جمعہ بی بی

جملہ اساتذہ کرام، تمام احباب، جملہ متعلقین کے نام

جنھوں نے میرے علمی سفر کو کامیاب بنانے کے لیے ہمیشہ دعاؤں سے نوازا۔

دعاوں کا طالب

محمد سرفراز احمد مصباحی

۶/رجب المرجب ۱۴۴۲

جمعۃ المبارکہ

کلمات تبریک

آل رسول حضرت علامہ الحاج سید ظہور الحسین صاحب
خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند سادات پور سیوان

الحمد للہ علیٰ کل حال والصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل الرجال
اما بعد! اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم * بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز ی القدر مفتی محمد سر فر ازاحمد مصباحی کے با رے میں یہ جان کر بڑی مسرت ہوئی کہ سنت رسول ﷺ کی ادائیگی کے مبارک و مسعود موقع پر ایک قیمتی تحفہ ”گلدستہ نکاح“ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اس سعادت کے حصول پر میری طرف سے انھیں اوران کے گھر والوں بالخصوص گرامی قدر مولانا شمشیر عالم اور معراج با بو کو بہت بہت مبارک با د پیش کرر ہا ہوں اور دعا گو ہوں کہ مولائے قدیر ان کے برادر صغیر مولانا مفتی محمد سرفراز احمد مصباحی سلمہ کو علم و عمل، فضل و کمال کی دولت سے شاد کام فرمائے، والدین واساتذہ کے لیے زاد آخرت بنائے۔
عزیز موصوف نے محنت وجاں فشانی سے اس کتاب کا کام کیا ہے، بارگاہِ لم یزل سے دل سے دعا گوں ہوں کہ مولیٰ کریم موصوف کو مزید حسن عمل، اخلاص وشوق اور قلمی کارنامے انجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

۶/رجب المرجب ۱۴۴۲ بروز جمعہ

اظہار مسرّت

سید بختیار حسن صابری چشتی فریدی صاحب قبلہ دھموارہ، در بھنگہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

آدمی جس شعبہ زندگی میں قدم رکھے اس کا علم حاصل کرنا آدمی پر فرض ہو جاتا ہے ،مثلاتاجر کے لیے ضروری ہے کہ وہ شعبہ تجارت کے متعلق قرآن وسنت کا علم حاصل کرے تا کہ حلال کمائے اور حرام سے بچ جائے،اسی طرح مزدوری، صنعت اور دیگر شعبہ جات کا معاملہ ہے۔

نکاح بھی انسانی زندگی کا اہم ترین شعبہ ہے جو نسل انسانی کی بقا کے لیے ضروری ہے، مشاہدے سے ظاہر ہے کہ جس کا نکاح قریب ہو دن تاریخ کی تقرری ہو چکی ہو تو وہ نکاح کے دن تک خرید و فروخت کی انتہا اور فضول رواجوں اور ہندوانہ رسموں کی فکر میں دن رات ایک کر دیتا ہے اور نکاح کے متعلق قرآن وسنت کا علم حاصل نہیں کرتا اور اس کوتا ہی و غفلت کے نتیجے میں بہت سارے جوڑے معاملات زندگی میں نقصان اٹھاتے ہیں۔

زیر نظر کتاب ’’ گلدستہ نکاح‘‘ آپ کی ازدواجی زندگی کے معاملات دین وسنت کی روشنی میں بتائے گا، لہذا دینی نقصان و خسران سے بچنے کے لیے ہمیں دینی معلومات کا جانکار ہونا ازحد ضروری ہے۔

رب کریم عزیز گرامی مفتی محمد سرفراز احمد مصباحی کو علم نافع عطا فرمائے اور اس کتاب کو مقبول عوام وانام فرمائے۔ آمین

۶/رجب المرجب ۱۴۴۲ بروز جمعہ

ابتدائیہ

محمد سرفراز احمد مصباحی

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے پوری انسانیت کے لیے اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنے کی مکمل راہنمائی فراہم کرتا ہے انسانی زندگی میں پیش آنے والے تمام معاملات، عقائد وعبادات، اخلاق وعادات کے لیے نبی ﷺ کی ذات مبارکہ اسوۂ حسنہ کی صورت میں موجود ہے۔

اسلام ایک مکمل دین ہے بلکہ عین فطرت بھی ہے جس میں بنی نوع انسان کی زندگی کے ہر شعبے میں کامل رہنمائی کی گئی ہے اسی طرح نکاح بھی انسانی زندگی کا ایک اہم ترین شعبہ ہے جو نسل انسانی کی بقا کے لیے ضروری ہے اس لیے شادی بیاہ کے موقع پر بھی اسلام مکمل رہنمائی دیتا ہے۔

مسلمانانِ عالم کو اپنے معاملات کو نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق سرانجام دینا چاہیے۔ لیکن موجود دور میں مسلمان رسم ورواج اور خرافات میں گھرے ہوئے ہیں بالخصوص برصغیر پاک وہند میں شادی بیاہ کے موقع پر بہت سی رسمیں ادا کی جاتی ہیں جن کا شریعت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور ان رسومات میں بہت زیادہ فضول خرچی اور اسراف سے کام لیا جاتا ہے جو کہ صریحاً اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

یہ رسالہ معمولات ومسائلِ نکاح پر مشتمل ہے جس میں شادی، اس کے احکام، جدید مسائل، ولیمہ، ازدواجی زندگی کے نبوی اسلوب اور چند ضروری مسائل کو عام فہم انداز میں خوش اسلوبی سے دلائل وبراہین کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

قارئین سے گزارش ہے کہ نکاح کرنے والے نکاح سے پہلے ضرور اس سے استفادہ کریں۔ اللہ سبحانہ سے دعاگوں ہوں کہ وہ اس کتابچے سے خلق کثیر کو زیادہ سے زیادہ استفادے کی توفیق میسر فرمائے، جملہ معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدًا ومصلیاً

نکاح کا مفہوم:

نکاح کے لغوی معنی ہیں جمع کرنا لیکن اس لفظ کا اطلاق مجامعت کرنے اور عقد کے معنی پر بھی ہوتا ہے کیونکہ مجامعت اور عقد دونوں ہی میں جمع ہونا اور ملنا پایا جاتا ہے لہذا اصول فقہ میں نکاح کے یہی معنی یعنی جمع ہونا بمعنی مجامعت کرنا مراد لینا چاہیے بشرطیکہ ایسا کوئی قرینہ نہ ہو جو اس معنی کے خلاف دلالت کرتا ہو۔

علمائے فقہ کی اصطلاح میں نکاح اس خاص عقد و معاہدہ کو کہتے ہیں جو مرد و عورت کے درمیان ہوتا ہے اور جس سے دونوں کے درمیان زوجیت کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے

نکاح کی اہمیت:

نکاح یعنی شادی صرف دو افراد کا ایک سماجی بندھن، ایک شخصی ضرورت، ایک طبعی خواہش اور صرف ایک ذاتی معاملہ ہی نہیں ہے بلکہ یہ معاشرہ انسانی کے وجود و بقاء کا ایک بنیادی ستون بھی ہے اور شرعی نقطہ نظر سے ایک خاص اہمیت و فضیلت کا حامل بھی ہے۔ نکاح کی اہمیت اور اس کی بنیادی ضرورت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے شریعت محمدی ﷺ تک کوئی ایسی شریعت نہیں گزری ہے جو نکاح سے خالی رہی ہو اسی لئے علما لکھتے ہیں کہ ایسی کوئی عبادت نہیں ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک مشروع ہو اور جنت میں بھی باقی رہے سوائے نکاح اور ایمان کے چنانچہ ہر شریعت میں مرد و عورت کا اجتماع ایک خاص معاہدہ کے تحت مشروع رہا ہے اور بغیر اس معاہدہ کے مرد و عورت کا باہمی اجتماع کسی بھی شریعت و مذہب نے جائز قرار نہیں دیا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ

اس معاہدہ کی صورتیں مختلف رہی ہیں اور اس کے شرائط واحکام میں تغیر و تبدل ہوتا رہا ہے۔

نکاح کے متعلق دین اسلام کی رہنمائی کا عمل اور اس کے احکامات انسان کی تخلیق اور پیدا کرنے کے تذکرے سے شروع ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے: يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۔ (النسا۴/۱)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں، اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتہ داری کے تعلقات کو بگاڑنے سے بچو، بے شک اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔

آیت مبارکہ میں اللہ سبحانہ کی قدرت اور طاقت کا بیان ہے کہ وہ ایسی ذات ہے جس نے انسانی معاشرے کو ایک انوکھے انداز میں ترتیب دیا، آدم علیہ السلام کی ایک ذات سے دنیا کی ویرانی کو آبادی میں بدل دیا اور انسان ہی کو اس کا ذریعہ بنایا، اس طرح انسان ایک ذات سے ایک معاشرے میں بدل گیا۔

اللہ رب العزت نے کچھ ایسی مخلوقات پیدا فرمائی جن کو جوڑوں کی ضرورت نہیں، وہ مخلوق مٹی ہی سے پیدا ہو جاتی ہے جیسے کیڑے مکوڑے۔ کچھ ایسی مخلوق ہے جو مٹی سے بن کر جوڑوں میں بدل جاتی ہے جیسے مکھی وغیرہ۔

ان تمام مخلوقات میں انسان ایسی مخلوق ہے جو ایک جوڑے کے ملاپ سے ہی بنتی چلی جاتی ہے۔

اللہ نے انسان کو پیدا فرما کر اسے دو جنسوں (مرد، عورت) میں تقسیم فرمایا اور دونوں میں ایک دوسرے کے لیے طبعی میلان پیدا کیا، تاکہ یہ میلان دونوں کو ایک دوسرے سے قریب کر دے اور یہ قربت نسل انسانی کی افزائش کا ذریعہ بن سکے۔ مرد عورت دونوں ایک دوسرے کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتے اللہ سبحانہ نے ان میں ایسا فطری جذبہ رکھا ہے جوان کو ایک ہونے پر مجبور کرتا ہے اور یہ جوڑا اپنے آپ خاندان، معاشرہ اور آبادی کا ایک آسان ذریعہ بن جاتا ہے۔

یہ فطری میلان کسی مخصوص خطے یا کسی خاص مخلوق میں پیدا نہیں کیا بلکہ تمام مخلوقات میں پیدا فرمایا جن میں انبیائے کرام جیسی مقدس ہستیاں، صحابہ، تابعین، ائمہ، صوفیا، بزرگ، علما، مسلم غیر مسلم، چوپائے، چرندو پرند، درندے اور سمندری مخلوقات سب کے سب شامل ہیں۔

مرد عورت کا ایک دوسرے کی جانب میلان کوئی اچنبھے کی بات نہیں بلکہ عین فطری عمل ہے، اسلام نے اس معاملے میں یکسر پابندی نہیں لگائی۔ اگر ایسا ہوتا تو اسلام اور فطرت کا آپس میں تضاد ہو جاتا، حالاں کہ اسلام مکمل فطری تعلیمات پر مشتمل دین ہے اور ان تمام امور کی تائید کرتا ہے جو فطرت کو مدنظر رکھتے ہوں اور اپنے ماننے والوں سے کوئی ایسا مطالبہ نہیں کرتا جس سے فطری ضروریات کو کچلنا لازم آتا ہو۔ یقیناً فطری جذبات کو مسترد کرنا کبھی خیر کا ذریعہ نہیں بن سکتا، جب کبھی ایسی

کوشش کی گئی تو اس کا بدترین ردعمل دیکھنے میں آیا۔

دنیا میں بہت سے ایسے نعرے اٹھے جنھوں نے مذہب کے نام پر اس فطری ضرورت کا انکار کیا جن میں عیسائیت کی رہبانیت سرفہرست ہے، جنھوں نے مجاہدے اور نفسی قوتوں کو زیر کرنے کے نام پر فطری ضروریات کا انکار کر دیا، جس کا نتیجہ ان کے دین و دنیا کی خرابی اور فساد کی صورت میں ظاہر ہوا۔

اسلام نے شرم وحیا اور پاکدامنی کو انسان کے لیے زیور قرار دیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے "اذا لم تستحی فاصنع ما شئت" جب تم میں حیا باقی نہ رہے تو جو چاہے کرو۔ (بخاری ۲/ ۹۰۴، کتاب الادب، باب اذالم تستح)

اس حیا جیسی قیمتی متاع کے حصول کے لیے شریعت اسلامیہ نے "نکاح" جیسا مبارک تصور پیش کیا، جس کے ذریعہ حیا اور پاکدامنی کے حصول کو ممکن بنایا جاسکتا ہے اور نکاح کے اس عمل میں شریک افراد پاکیزہ زندگی بسر کرنے کے اہل بن جاتے ہیں۔

نکاح دولہا دولہن کے مابین محبت کا سبب ہے

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ "لَمْ نَرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلَ النِّكَاحِ" دو فریقین میں نکاح سے زیادہ محبت پیدا کرنے والی کوئی چیز نہیں" (ابن ماجہ، کتاب النکاح، حدیث نمبر ۱۸۴۷)

نکاح ایک ایسا عمل ہے جو دو ایسے خاندانوں کو بھی آپس میں جوڑ دیتا ہے جو ایک دوسرے سے ناواقف تھے، لیکن نکاح ہوتے ہی وہ آپس میں رشتہ دار کہلاتے ہیں۔ ان کے اجنبیت کا تعلق محبت اور ہمدردی کے تعلق میں بدل جاتا ہے۔ آگے جا کر یہ خاندان بہت سے مسائل کا ایک ہو کر سامنا کرتے ہیں۔

نکاح محبت کا سفر:

نکاح اگرچہ دوافراد کے ایجاب وقبول کا نام ہے لیکن اس کے اثرات ہمہ گیر ہیں اسی لیے اس کی معاشرتی اور خاندانی حیثیت کو بھی مدنظر رکھتا ہے۔ مرد اور عورت اسلامی معاشرے میں نکاح سے پہلے ایک دوسرے سے اجنبی رہتے ہیں، لیکن باہمی رضامندی سے ایک طویل سفر شروع کرتے ہیں اور یہ سفر شروع ہوتے ہی ان کی اجنبیت ایک خوبصورت اور پاکیزہ جوڑے کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔ وہ دونوں مرد اور عورت کے ناموں سے "میاں" اور "بیوی" کے نام سے جانے جاتے ہیں اور کچھ عرصے کے بعد والدین کی شکل میں بدل جاتے ہیں، جب اولاد کی نعمت سے ان کی گود چمک اٹھتی ہے تو "ماں" اور "باپ" کا رتبہ مل جاتا ہے، جس کے بعد وہ ایک ذمہ دار والدین کا کردار ادا کرتے ہیں اور ان کی انتھک محنت وجد وجہد سے ان کی اولاد ایک ذریت طیبہ بن کر خدا کی زمین کے لیے خیر کا کردار ادا کرتی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک مختصر جوڑا والدین، دادا دادی، نانا نانی، بیٹا بیٹی، بہن بھائی اور خالہ پھوپھی کے رشتوں میں بدل جاتا ہے۔ الغرض رشتوں کی ایک حسین لڑی ہے جس میں حقوق، تعلق، عقیدت، محبت، احسان اور صلہ رحمی کے موتی پروئے جاتے ہیں۔ اس طرح اسلام نکاح کو خاندانی نظام کی مضبوطی اور پھر معاشرتی اصلاح میں بدل دیتا ہے۔

نکاح نفسیاتی الجھن کا بہترین حل :

اللہ رب العزت نے نکاح کے ذریعے نفسیاتی الجھن کا بہترین حل عطا فرمایا:

''وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً '' اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے

تم ہی میں سے جوڑے پیدا فرمائے تاکہ تم ان سے تسکین حاصل کر سکو اور تم دونوں کے درمیان

محبت پیدا فرمادی "(سورہ روم، ۳۰) یہاں تسکین سے ذہنی اور جسمانی سکون مراد ہے جو مرد و عورت دونوں کی ضرورت ہے۔

اللہ رب العزت نے اپنے خاص بندوں کا قرآن کریم میں یوں ذکر فرمایا کہ وہ مجھ سے یہ دعا مانگتے ہیں "رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا" (فرقان، ۷۷) اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا پیشوا بنا۔ یعنی میرے خاص بندے وہ ہیں جو اپنے گھر، بیوی، بچوں کی فکر رکھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ان کو ایسا کردار و اخلاق نصیب فرما کہ گھر میں داخل ہو کر جیسے ہی ان پر نظر پڑے طبیعت میں بشاشت آجائے اور آنکھیں اس منظر کو دیکھ کر ٹھنڈی ہو جائیں۔

شوہر بیوی کے رشتے کی نزاکت:

قرآن کریم نے زوجین کے اس تعلق کو ایک عمدہ مثال سے سمجھایا ہے "ھن لباس لکم وانتم لباس لھن" وہ تمہارے لیے اور تم ان کے لیے لباس کا درجہ رکھتے ہو۔ جس قدر لباس جسم کے لیے ضروری ہے اسی طرح میاں بیوی کا ساتھ ایک دوسرے کے لیے ضروری ہے، تاکہ وہ مل کر ایک صالح معاشرے کی بنیاد رکھ سکیں لہذا شریعت نے اس زنا کے مکروہ اور فسادی طریقہ کار کو یکسر مسترد کر دیا اور "نکاح"

کا آفاقی اور آسان تصور پیش کیا، جس میں باہمی رضامندی، فریقین کی سرپرستی اور حقوق کی منصفانہ تقسیم کے تحت عورت کو رخصت کیا جاتا ہے۔

یہ اس قدر مبارک عمل ہے کہ تمام انبیا علیھم السلام اس میں شریک رہے قرآن کریم انبیا کی اس زندگی کو اس طرح بیان کرتا ہے:

"وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً" (پ۱۳، الرعد ۳۸)

ہم آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ہم نے ان سب کو بیوی بچوں والا بنایا تھا۔ چار چیزیں انبیا کی مشترک سنت ہیں: اَلْحَیَاءُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاكُ. وَالنِّكَاحُ (۱) حیا (۲) خوشبو (۳) مسواک (۴) نکاح۔ (ترمذی مترجم اول: ۳۸۵)

اور اس فعل کی نسبت اپنی مبارک ذات کی طرف کرتے ہوئے فرمایا: "اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ فمن فِمن لَم يَعمَل بِسُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ" یعنی شادی کرنا میری سنت ہے جو میری سنت سے رُوگردانی کرے وہ مجھ سے نہیں۔ (ابن ماجہ: ۱۳۴)

نکاح ایک معمولی عمل ہے اور نہ ہی فقط جنسی تسکین کا ایک ذریعہ بلکہ یہ ایک عبادت کا درجہ رکھتا ہے جس کا اثر براہ راست انسان کی روحانی، اخلاقی اور معاشرتی زندگی پر پڑتا ہے۔

شادی سے پہلے لڑکی دیکھنے کی شرعی حیثیت:

کسی غیر محرم عورت کا چہرہ دیکھنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا البتہ کسی عورت سے شادی کا ارادہ ہو تو پھر اسے نہ صرف دیکھنے کی بلکہ اسے ایک حد تک مستحب بھی قرار دیتا ہے۔

اور خود قرآن میں رب کریم نے پسند کی شادی کا حکم دے کر مرد و زن پر احسان عظیم

کیا بلاشبہ شا دی والدین کے مشورے اور رضامندی سے کرنی چاہیے، زوجین اور والدین کو قر آن کریم کے ان احکام کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ بلکہ لڑکی اور لڑکا دونوں سے ان کی پسند اور ناپسند کے بارے میں پوچھنا چاہیے، پسند یعنی محبت کی شادی مختلف طرح سے ہوتی ہے، اگر دونوں طرف کی محبت میں اللہ تعالی کی شرعی حدود نہیں توڑی گئیں اور محبت کرنے والوں نے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا تو امید کی جاسکتی ہے کہ ایسی محبت سے انجام پانے والی شادی زیادہ کامیاب ہو گی۔

فرمان الٰہی ہے: فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ "اپنی پسند کی عورتوں سے نکاح کرو"۔ (النساء پ، ۴ آیت: ۳)

یہ پسند دو طرفہ ہو گی، لڑکے کی طرف سے بھی اور لڑکی کی طرف سے بھی، کسی پر اس کی مرضی کے خلاف کوئی فیصلہ مسلط نہیں کیا جاسکتا۔

اس ضمن میں چند احادیث درج ذیل ہیں:

"اذا ل قی فی قلب امرئ خطبة ام رأة فلا بأس ان ینظر الیھا" (سنن ابن ماجہ، کتاب ا لنکاح، باب النظر الی المرأة اذا اراد ان یتزوج)

جب اللہ تعالی کسی مرد کے دل میں کسی عورت سے شادی کا ارادہ پیدا فرمادے تو اس کے لیے اس عورت کے دیکھنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ. قَالَ فَخَطَبْتُ جَارِيَةً فَكُنْتُ أَتَخَبَّأُ لَهَا حَتَّى رَأَيْتُ مِنْهَا مَا

دَعَانِي إِلَى نِكَاحِهَا فَتَزَوَّجْتُهَا'' (ابوداود، کتاب النکاح، باب ینظر المرأۃ: ۲۰۸۲)

جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح دے اگر اس کی ان خوبیوں کو دیکھ سکتا ہو جو اسے نکاح پر مائل کریں، تو ضرور ایسا کرے۔ حضرت جابر کا بیان ہے کہ میں نے ایک لڑکی کو پیغام دیا اور چھپ کر اسے دیکھ لیا یہاں تک کہ میں نے اس کی وہ خوبی بھی دیکھی جس نے مجھے نکاح کی جانب راغب کیا لہٰذا میں نے اس کے ساتھ نکاح کرلیا''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ أَرَادَ أَنْ يَتَزَوَّجَ امْرَأَةً فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا فَفَعَلَ فَتَزَوَّجَهَا فَذَكَرَ مِنْ مُوَافَقَتِهَا''۔ (سنن نسائی، ۲۶۷: کتاب النکاح، باب اباحۃ النظر قبل التزویج)

مغیرہ بن شعبہ نے ایک عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جاؤ اسے دیکھ لو کیونکہ اس سے شاید اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں محبت پیدا کر دے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا، پھر اس سے نکاح کر لیا، بعد میں حضور نبی اکرم ﷺ سے اس نے اپنی بیوی کی موافقت اور عمدہ تعلق کا ذکر کیا۔

درج بالا احادیث سے ان لوگوں کو یہ سبق حاصل کرنا چاہئے جو لڑکے کو نکاح سے پہلے لڑکی دکھانا معیوب سمجھتے ہیں، حالاں کہ شادی سے پہلے لڑکی اور لڑکا کا دیکھنا اچھے نتائج پیدا کرتا ہے اور زوجین کے مابین دائمی محبت کا پروان بھی چڑھاتا ہے۔

رشتے کا انتخاب اور ترجیحات:

مذہب اسلام اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ شریک حیات کے انتخاب کے وقت

دینداری اور تقویٰ کو ترجیح دی جائے تاکہ شادی کے بعد شروع ہونے والی ایک نئی زندگی کا آغاز وافتتاح بھی اسلام پر اور اختتام ایمان پر ہو۔

شادی ایک قلبی رشتے کا نام ہے جس کے ذریعے زوجین ایک دوسرے پر بہت سے اخلاقی و تمدنی اثرات مرتب کرتے ہیں، اگر شریک حیات نیک اور صالح ہو تو اثرات بھی اچھے مرتب ہوتے ہیں اور اگر شریک حیات دین وایمان سے تہی دامن، اخلاق و کردار سے عاری، تقوی وطہارت اور خوف الٰہی سے دور ہو تو اس کے اثرات بھی برے ہوتے ہیں اور ازدواجی زندگی میں مصیبتوں کا سیلاب آجاتا ہے جس کی وجہ سے نسل نو بھی محفوظ نہیں رہ سکے گی۔ اس لیے خاوند کا انتخاب ہو یا بیوی کی تلاش بہر صورت اس رشتے کو ترجیح دی جائے جس میں دین وایمان کا فائدہ ہو۔

دین داری:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عن ابي هريرة رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لأَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ" (بخاری ۲/۷۶۲: کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورت سے نکاح چار چیزوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے اس کے مال کی وجہ سے اور اس کے خاندانی شرف کی وجہ سے اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے اور تو دیندار عورت سے نکاح کرکے کامیابی حاصل کر، اگر ایسا نہ کرے تو تیرے ہاتھوں کو مٹی لگے گی (یعنی اخیر میں تجھ کو ندامت ہوگی)۔

اگر شریک حیات دینداری کے ساتھ دیگر خوبیوں (خوبصورتی، مالداری، اور حسب ونسب) سے بھی متصف ہو تو یہ انسان کی خوش قسمتی ہے لیکن خوبصورتی بھرپور ہو مگر نیکی و تقویٰ کا نام ونشان نہ ہو ایسا شریک حیات نہ صرف اخروی بلکہ دنیوی اعتبار سے بھی وبال جان بن جاتا ہے۔ اور اگر مال و دولت، خوبصورتی اور خاندانی وجاہت نام کی کوئی چیز نہ ہو مگر دینداری اور تقویٰ شعار ہو تو ایسی رفیقہ حیات نہ صرف اخروی اعتبار انسان کے لیے فائدہ مند ثابت ہوتی ہے بلکہ دنیوی اعتبار سے بھی انسان کے لیے راحت وسکون اور امن وامان کا باعث بنتی ہے۔

نیک بیوی کے انتخاب کے سلسلے میں حضور اکرم ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے:

''اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ''

(نسائی: النکاح، باب المرأۃ الصالحۃ: ۷۶۷)

دنیا فائدہ کی چیز ہے اور بہترین فائدہ نیک بیوی ہے۔ لہذا بیوی کے انتخاب میں حتی الامکان نیک صالح عورت کو مدنظر رکھا جائے کیوں کہ صالح بیوی انسان کی سب سے بڑی دنیاوی خوش قسمتی ہے۔

دین داری کو ترجیح دینے کے چند واقعات:

میاں بیوی کے حسن انتخاب کے سلسلے میں چند واقعات درج ذیل ہیں:

نیک شوہر کی فہرست میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی کا ذکر اور اس کا واقعہ قرآن کریم میں کچھ اس طرح مذکور ہے:

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَاَبُوْنَا

شَیۡخٌ کَبِیۡرٌ
فَسَقٰی لَہُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤی اِلَی الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ
فَجَآءَتۡہُ اِحۡدٰىہُمَا تَمۡشِیۡ عَلَی اسۡتِحۡیَآءٍ ۫ قَالَتۡ اِنَّ اَبِیۡ یَدۡعُوۡکَ لِیَجۡزِیَکَ اَجۡرَ مَا سَقَیۡتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَہٗ وَ قَصَّ عَلَیۡہِ الۡقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفۡ ٝ نَجَوۡتَ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ
اِحۡدٰىہُمَا یٰۤاَبَتِ اسۡتَاۡجِرۡہُ ۫ اِنَّ خَیۡرَ مَنِ اسۡتَاۡجَرۡتَ الۡقَوِیُّ الۡاَمِیۡنُ
قَالَ اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُنۡکِحَکَ اِحۡدَی ابۡنَتَیَّ ہٰتَیۡنِ عَلٰۤی اَنۡ تَاۡجُرَنِیۡ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِکَ ۚ وَ مَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اَشُقَّ عَلَیۡکَ ؕ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ (سورہ قصص۔آیت نمبر ۲۱تا ۲۵)

اور جب وہ مدین کے پا نی پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا لوگوں کی ایک جماعت (اپنے جانوروں کو) پا نی پلا رہی ہے اور دیکھا ان کے علاوہ دو عورتیں (اپنے جانور) روکے ہوئے کھڑی ہیں، موسیٰ نے کہا: آپ دونوں کا کیا مسئلہ ہے؟ وہ دونوں بولیں: جب تک یہ چرواہے (اپنے جانوروں کو لے کر) واپس نہ پلٹ جائیں ہم پانی نہیں پلا سکتیں اور ہمارے والد بڑی عمر کے بوڑھے ہیں۔

موسیٰ نے ان دونوں (کے جانوروں) کو پانی پلایا پھر سایے کی طرف ہٹ گئے اور کہا: میرے رب! جو خیر بھی تو مجھ پر نازل فرمائے میں اس کا محتاج ہوں۔

پھر ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک حیا کے ساتھ چلتی ہوئی موسیٰ کے پاس آئی اور کہنے لگی: میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تا کہ آپ نے جو ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے آپ کو اس کی اجرت دیں، جب موسیٰ ان کے پاس آئے اور اپنا سارا قصہ انہیں سنایا تو

وہ کہنے لگے: خوف نہ کرو، تم اب ظالموں سے بچ چکے ہو

قَالَتْ ان دونوں میں سے ایک لڑکی نے کہا: اے ابا! اسے نوکر رکھ لیجیے کیوں کہ جسے آپ نوکر رکھنا چاہیں ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو طاقتور، امانت دار ہو۔

(شعیب نے) کہا: میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح اس شرط پر تمہارے ساتھ کروں کہ تم آٹھ سال میری نوکری کرو اور اگر تم دس (سال) پورے کرو تو یہ تمہاری طرف سے (احسان) ہے اور میں تمہیں تکلیف میں ڈالنا نہیں چاہتا، انشاء اللہ تم مجھے صالحین میں پاؤ گے۔ (سورہ قصص۔آیت نمبر ۲۱ تا ۲۵)

درج بالا واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نیکی اور بھلائی سے متاثر ہو کر اپنی بیٹی کی ان سے شادی کروادی۔ حالاں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک پردیسی کی حیثیت سے اس بستی میں پہنچے تھے

پھر آپ کے پاس کوئی مادی وسائل بھی میسر نہیں تھے ، اس تہی دستی، فقیری، مسکینی اور پردیسی کی حالت کے باوجود حضرت شعیب علیہ السلام نے آپ کی دینداری کو ترجیح دیتے ہوئے بلا خوف وخطر آپ کو اپنا داماد بنالیا۔

حضرت ام سلیم کی شادی اور ابو طلحہ کا قبولِ اسلام

حضرت ام سلیم بنت ملحان بڑی باکمال اور جرات مند صحابیہ تھیں اسلام کے ابتدائی دور میں مدینہ ہی میں مسلمان ہو گئیں مگر ان کے شوہر مالک بن نضر نے اسلام کے بجائے اپنے آبائی مذہب کو ہی ترجیح دی جس کی وجہ سے میاں بیوی میں کشیدگی پیدا ہو گئی اور مالک بن نضر انہیں چھوڑ کر شام چلا گیا، اس کے بعد ابو طلحہ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے انہوں نے حضرت ام سلیم کو نکاح کا پیغام بھیجا لیکن حضرت

ام سلیم نے فرمایا: خطبَ أبو طلحةَ أمَّ سُلَيمٍ فقالت واللهِ ما مِثلُكَ يا أبا طلحةَ يُرَدُّ ولكنَّكَ رجلٌ كافِرٌ وأنا امرأةٌ مسلِمةٌ ولا يحلُّ لي أن أتزوَّجكَ فإن تُسلِم فذاكَ مهري وما أسألُكَ غيرَهُ فأسلمَ فكانَ ذلكَ مهرُها (نسائی، کتاب النکاح، باب التزویج علی الاسلام: ۳۳۴۱)

اللہ کی قسم! ابو طلحہ تمہارے جیسے شخص کا پیغامِ نکاح رد نہیں کیا جا سکتا، لیکن بات یہ ہے کہ تم ایک کافر شخص ہو اور میں مسلمان عورت ہوں میرے لیے یہ حلال ہی نہیں کہ میں تم سے شادی کروں، ہاں البتہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو میں تم سے شادی کر لوں گی اور تمہارا اسلام قبول کرنا ہی میرا حق مہر ہو گا۔ اس کے علاوہ میں تم سے کسی اور چیز کا مطالبہ نہیں کروں گی۔ چنانچہ غور و فکر کے بعد ابو طلحہ نے بھی اسلام قبول کر لیا اور حضرت ام سلیم نے حسب وعدہ نکاح بھی کیا اور ان کا مہر یہی قبول اسلام تھا۔

یہ واقعہ ان لوگوں کے لیے باعث عبرت ہے جو کسی غیر مسلم سے نکاح کرنے سے پہلے اسے مسلمان کرنے کے بجائے خود اپنا ہی دین چھوڑ کر غیر مسلم ہو جاتے ہیں۔ حالاں کہ بے دین ہو کر جب آخرت ہی برباد کر لی تو پھر اس چار دن کی چاندنی سے کیا فائدہ؟

حضرت سعید بن مسیب کی صاحبزادی کی شادی:

حضرت عبد اللہ بن وداعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا، اتفاق سے کچھ روز حاضر خدمت نہ ہو سکا، آپ نے میری غیر حاضری کے بارے میں لوگوں سے سوال کیا جب میں حاضر خدمت ہوا تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں تھے؟ میں نے عرض کیا کہ میری اہلیہ کا انتقال ہو

گیا تھا میں اسی کی تجہیز و تکفین میں مصروف تھا۔

حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں میں اٹھنا چاہتا تھا کہ حضرت سعید بن مسیب فرمانے لگے کہ آپ نے نئے نکاح کے لیے کوئی اور لڑکی دیکھی ہے؟ میں نے عرض کیا، اللہ آپ کا بھلا کرے، بھلا مجھ سے کون نکاح کرے گا؟ میرے پاس تو شاید دو یا تین درہم ہوں گے! حضرت سعید بن مسیب نے فرمایا کہ میں اپنی بیٹی سے تمہارا نکاح کرواتا ہوں۔ میں نے کہا آپ نکاح کروائیں گے؟ آپ نے کہا: ہاں! چناں چہ اسی وقت آپ نے خطبہ پڑھا، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی، درود شریف پڑھا اور دو یا تین درہم پر میرا نکاح پڑھا دیا۔ میں آپ کی مجلس سے اٹھا تو مارے خوشی کے مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں کیا کروں؟

حضرت عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مغرب کی نماز پڑھ کر اپنے گھر کی راہ لی گھر پہنچ کر میں نے چراغ جلایا، میرا روزہ تھا اس لیے افطار کا کھانا اپنے سامنے رکھا جب کہ افطار کے کھانے میں روٹی اور زیتون کا تیل تھا۔ اچانک مجھے محسوس ہوا کہ کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ میں نے کہا کون ہے؟ آواز آئی میں سعید ہوں، عبد اللہ فرماتے ہیں میں نے سعید نامی ایک ایک آدمی کا تصور کیا کہ یہ کون سعید ہو سکتا ہے؟ لیکن سعید بن مسیب کی طرف میرا ذہن بھی نہیں گیا۔ کیوں کہ حضرت عبد اللہ پر چالیس کا عرصہ ایسا گزرا کہ وہ گھر سے مسجد کے علاوہ کہیں نہیں گئے، جب میں دروازہ پر پہنچا تو دیکھا کہ سعید بن مسیب تشریف فرما ہیں۔ مجھے وہم ہوا کہ شاید آپ کا ارادہ بدل گیا ہو، میں نے عرض کیا کہ اگر آپ اطلاع دیتے تو میں خود ہی آجاتا۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں تم اس

کے زیا دہ مستحق تھے کہ میں ہی تمہارے پاس آتا ۔میں عرض کیا کہیے کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ تم غیر شادی شدہ تھے اب تمہاری شادی ہو چکی ہے اس لیے مجھے اچھا معلوم نہیں ہوا کہ تم رات تنہا گزارو۔یہ لو تمہاری بیوی حاضر ہے، حضرت عبد اللہ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ آپ کی صاحبزادی یعنی میری اہلیہ آپ کے ٹھیک پیچھے کھڑی ہیں، آپ نے صاحبزادی کو دروازے سے اندر داخل کیا اور خود واپس تشریف لے گئے۔ حضرت عبداللہ کا بیان ہے کہ جب میں نے سعید بن مسیب سے تخلیہ کیا تو میں نے دیکھا کہ وہ حسن وجمال میں یگانہ روزگار تھیں، لوگوں سے کہیں زیادہ انہیں قرآن یاد تھا، احادیث نبویہ ان کی نوک زبان پر تھیں، اور سب عورتوں سے کہیں انہیں شوہروں کے حقوق سے کامل واقفیت حاصل تھی۔

جب کہ حضرت سعید بن مسیب کی اسی صاحبزادی کے لیے خلیفہ وقت عبدالملک بن مروان نے اپنے ولی عہد بیٹے ولید بن عبدالملک کے لیے پہلے ہی سے نکاح کا پیغام بھیج رکھا تھا مگر حضرت سعید بن مسیب نے انکار فرمادیا تھا۔(ابن خلکان ۱/۲۰۷)

درج ذیل حدیث شریف میں بھی دین دار لڑکی کے انتخاب کا حکم دیا گیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ "لاَ تَزَوَّجُوا النِّسَاءَ لِحُسْنِهِنَّ فَعَسَى حُسْنُهُنَّ أَنْ يُرْدِيَهُنَّ وَ لاَ تَزَوَّجُوهُنَّ لأَمْوَالِهِنَّ فَعَسَى أَمْوَالُهُنَّ أَنْ تُطْغِيَهُنَّ وَلَكِنْ تَزَوَّجُوهُنَّ عَلَى الدِّينِ وَلأَمَةٌ خَرْمَاءُ سَوْدَاءُ ذَاتُ دِينٍ أَفْضَلُ"(ماجہ، کتاب النکاح، باب تزویج ذوات الدین:۵۹۷)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:" عورتوں سے صرف ان کے حسن وجمال کو دیکھ کر شادی نہ کرو، ہو سکتا ہے حسن وجمال ہی ان کو تباہ

وبرباد کردے، اور عورتوں سے ان کے مال و دولت کو دیکھ کر شادی نہ کرو، ہو سکتا ہے ان کے مال ان کو سرکش بنادیں، بلکہ ان کی دین داری کی وجہ سے ان سے شادی کرو، ایک کان کٹی کالی لونڈی جو دیندار ہو زیادہ بہتر ہے"۔

نکاح کے روحانی فوائد: آپ ﷺ کا ارشاد ہے" يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنْ اسْتَطَاعَ منكُم الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ"۔ (بخاری ۲/ ۷۵۸)

ترجمہ: اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو کوئی استطاعت رکھتا ہو وہ ضرور شادی کرے کیونکہ یہ (شادی) نگاہوں کو بہت جھکانے والی اور شرمگاہ کی خوب حفاظت کرنے والی ہے اور جو شادی کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزہ رکھے، پس یہ اس کے لئے ڈھال ہوگا۔

حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ امت کے نوجوانوں سے مخاطب ہیں اور انہیں نکاح کی ترغیب دے رہے ہیں، ساتھ ساتھ نکاح کے دو بڑے فوائد کا ذکر فرمایا:

(۱) نظر کی حفاظت (۲) شرمگاہ کی حفاظت: کیوں کہ یہ دونوں فساد کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ فحاشی کے تمام معاملات کا تانا بانا نظر سے شروع ہو کر بدکاری کی صورت میں مکمل ہو جاتا ہے۔ دنیا بھر میں لڑکے لڑکیوں کی آنکھ مچولی بالآخر بدکاری پر منتج ہو جاتی ہے، لیکن اگر نکاح کو بیچ میں لایا جائے تو فحاشی کا یہ جال سمٹتا چلا جاتا ہے اور فتنے کے ایک بہت بڑے باب پر تالا لگ جاتا ہے۔ اس فتنے سے بچنے کی بھی صورت نکاح کا عمل

ہے جس سے یہ فتنہ خود بہ خود دم توڑ دیتا ہے اور ایمان کی سلامتی کا راستہ بھی کھل جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "إذا تزوَّجَ العبدُ ؛ فقد استكملَ نِصفَ الدِّينِ فليتَّقِ اللهَ في النِّصفِ الباقي" (معجم اوسط ، ۵ / ۳۷۲)

ترجمہ "جب کوئی شخص نکاح کرتا ہے تو اس کا آدھا ایمان مکمل ہو جاتا۔ایک مسلمان کے لیے سب سے قیمتی شے ایمان کی دولت ہے اور نکاح اس دولت کی حفاظت کا بہترین ذریعہ ہے۔

نکاح کے اضافی فوائد:

نکاح کا جہاں سب سے بڑا عمومی فائدہ نسل انسانی کا بقا اور باہم توالد و تناسل کا جاری رہنا ہے وہیں اس میں کچھ مخصوص فائدے اور بھی ہیں جن کو ذیل میں بیان کیا جا رہا ہے۔

(۱) نکاح کر لینے سے ہیجان کم ہو جاتا ہے یہ جنسی ہیجان انسان کی اخلاقی زندگی کا ایک ہلاکت خیز مرحلہ ہوتا ہے جو اپنے سکون کی خاطر مذہب و اخلاق ہی کی نہیں شرافت و انسانیت کی بھی ساری پابندیاں توڑ ڈالنے سے گریز نہیں کرتا ، مگر جب اس کو جائز ذرائع سے سکون مل جاتا ہے تو پھر یہ پابند اعتدال ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جائز ذریعہ صرف نکاح ہی ہو سکتا ہے۔

(۲) نکاح کرنے سے اپنا گھر بستا ہے خانہ داری کا آرام ملتا ہے گھریلو زندگی میں سکون و اطمینان کی دولت نصیب ہوتی ہے اور گھریلو زندگی کے اس اطمینان و سکون کے ذریعہ حیات انسانی کو فکر و عمل کے ہر موڑ پر سہارا ملتا ہے۔

(۳) نکاح کے ذریعہ سے کنبہ بڑھتا ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے آپ کو مضبوط و زبردست محسوس کرتا ہے اور معاشرہ میں اپنے حقوق و مفادات کے تحفظ کے لئے اپنا رعب و دبدبہ قائم رکھتا ہے۔

(۴) نکاح کرنے سے نفس مجاہدہ کا عادی ہوتا ہے کیونکہ گھر بار اور اہل و عیال کی خبر گیری و نگہداشت اور ان کی پرورش و پرداخت کے سلسلہ میں جد وجہد کرنا پڑتی ہے اس مسلسل جد وجہد کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان بے عملی اور لاپرواہی کی زندگی سے دور رہتا ہے جو اس کے لئے دنیاوی طور پر بھی نفع بخش ہے اور اس کیوجہ سے وہ دینی زندگی یعنی عبادات و طاعات میں بھی چاق و چوبند رہتا ہے۔

(۵) نکاح ہی کے ذریعہ صالح و نیک بخت اولاد پیدا ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی شخص کی زندگی کا سب سے گراں قدر سرمایہ اس کی صالح اور نیک اولاد ہی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ نہ صرف دنیا میں سکون و اطمینان اور عزت و نیک نامی کی دولت حاصل کرتا ہے بلکہ اخروی طور پر بھی فلاح و سعادت کا حصہ دار بنتا ہے۔

نکاح کے مستحبات:

جب کوئی شخص نکاح کرنا چاہے خواہ مرد ہو یا عورت تو چاہئے کہ نکاح کا پیغام دینے سے پہلے ایک دوسرے کے حالات اور عادات واطوار کی خوب اچھی طرح جستجو کرلی جائے تاکہ ایسا نہ ہو کہ بعد میں کوئی ایسی چیز معلوم ہو جو طبیعت و مزاج کے خلاف ہونے کی وجہ سے زوجین کے درمیان نااتفاقی و کشیدگی کا باعث بن جائے۔

یہ مستحب ہے کہ عمر، عزت، حسب اور مال میں بیوی خاوند سے کم ہو اور اخلاق و عادات خوش سلیقی و آداب حسن و جمال اور تقوی میں خاوند سے زیادہ ہو اور مرد کے

(۳) نکاح کے ذریعہ سے کنبہ بڑھتا ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے آپ کو مضبوط و زبردست محسوس کرتا ہے اور معاشرہ میں اپنے حقوق و مفادات کے تحفظ کے لئے اپنا رعب و دبدبہ قائم رکھتا ہے۔

(۴) نکاح کرنے سے نفس مجاہدہ کا عادی ہوتا ہے کیونکہ گھر بار اور اہل و عیال کی خبر گیری و نگہداشت اور ان کی پرورش و پرداخت کے سلسلہ میں جد و جہد کرنا پڑتی ہے اس مسلسل جد و جہد کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان بے عملی اور لاپرواہی کی زندگی سے دور رہتا ہے جو اس کے لئے دنیاوی طور پر بھی نفع بخش ہے اور اس کی وجہ سے وہ دینی زندگی یعنی عبادات و طاعات میں بھی چاق و چوبند رہتا ہے۔

(۵) نکاح ہی کے ذریعہ صالح و نیک بخت اولاد پیدا ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی شخص کی زندگی کا سب سے گراں قدر سرمایہ اس کی صالح اور نیک اولاد ہی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ نہ صرف دنیا میں سکون و اطمینان اور عزت و نیک نامی کی دولت حاصل کرتا ہے بلکہ اخروی طور پر بھی فلاح و سعادت کا حصہ دار بنتا ہے۔

نکاح کے مستحبات:

جب کوئی شخص نکاح کرنا چاہے خواہ مرد ہو یا عورت تو چاہئے کہ نکاح کا پیغام دینے سے پہلے ایک دوسرے کے حالات اور عادات و اطوار کی خوب اچھی طرح جستجو کر لی جائے تا کہ ایسا نہ ہو کہ بعد میں کوئی ایسی چیز معلوم ہو جو طبیعت و مزاج کے خلاف ہونے کی وجہ سے زوجین کے درمیان نا اتفاقی و کشیدگی کا باعث بن جائے۔

یہ مستحب ہے کہ عمر، عزت، حسب اور مال میں بیوی خاوند سے کم ہو اور اخلاق و عادات خوش سلیقی و آداب حسن و جمال اور تقویٰ میں خاوند سے زیادہ ہو اور مرد کے

اور غذا کا۔ جس طرح ان بنیادی ضروریات کو موقوف رکھنا عقل کے خلاف ہے ٹھیک اسی طرح بالغ افراد کے لیے نکاح کو مؤخر کرنا بھی اتنا ہی کم عقلی کا فیصلہ ہے۔ کوئی ایسا شخص جو مالی، بدنی اعتبار سے نکاح کے قابل ہو اور اس پر شہوانی قوت کا بھی غلبہ ہو ایسے شخص پر نکاح فرض ہو جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد نکاح کی حکمتیں

آج تو شادی کے موقع پر ملک کے بیشتر حصوں میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں، علما، خطبا قوم سے خطاب بھی کرتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرائیویٹ زندگی پر مفصل بیان ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک شادی کی تفصیل بتائی جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ شادی کیوں کی اور اس سے امت کو کیا فائدہ ہوا؟۔

کاش شادیوں کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعدد ازواج کی فلسفیانہ حکمتیں بیان کی جاتیں تو آج دشمنان دین کی طرف سے ناموس رسالت پر جو حملے ہو رہے ہیں اس کا سد باب کیا جاتا۔

مذہب اسلام اور مسلمانون سے دشمنی نبھانے والے لوگ اسلام، بالخصوص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازدواجی زندگی اور ازواج مطہرات کے متعلق بے جا الزامات لگائے جاتے ہیں۔

مسلمانوں کو یہ طعنے دیے جاتے ہیں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گیارہ شادیاں کیوں کی تھیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں (معاذ اللہ) نفسانی خواہشات کے غلبے کے الزامات لگائے جاتے ہیں۔

بسا اوقات لاعلمی کی بنا پر کم خواندہ مسلمان بھی سن کر اپنے دل میں (نعوذ باللہ)

حضور ﷺ کے بارے میں نفرت کی بو محسوس کرنے لگتے ہیں پھر کیا ایک ہی لمحے میں اس کا ایمان اس سے رخصت ہو جاتا ہے۔ غیروں کی ان بے جا سوالات سے ایک مسلمان اپنے اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، تفتیش و تحقیق کے بعد یہ حقیقت بھی آشکار ہو جاتی ہے کہ دشمنوں کے چند کلمات نے کتنے مسلمانوں کو گمراہ کیا ہو گا۔ لیکن جب مفتیان کرام، علما، خطباان نکات کو بیان کریں گے تو یہ بیان سن کر ان کا دل صاف ہو جائے گا اور شکوک وشبہات کے کالے بادل چھٹ جائیں گے۔

ان تمام شکوک وشبہات کا سب سے بڑا داعیہ ہم مسلمانوں کی کم علمی ہے، ہم حضور ﷺ کی زندگی کے متعلق نہ پڑھتے ہیں اور نہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب کہیں کسی جگہ کوئی شخص ایسی بات کرتا ہے تو مسلمان کوئی جواب نہیں دیتے، ٹال دیتے ہیں۔ جس سے اعتراض کرنے والوں کے حوصلے بلند ہو جاتے ہیں۔ اس لیے بہت اہم ہے کہ ہم اس موضوع کا مطالعہ کریں اور موقع پر حقیقت لوگوں کو بتائیں۔

دشمنان اسلام لوگوں کو حضور ﷺ کی شادیوں کے بارے میں گمراہ کر رہا ہوتا ہے، ہمارے لیے یہ درس عمل کافی ہے کہ لوگوں نے حضور ﷺ کی عزت وناموس کی خاطر جانیں قربان کی ہیں۔ کیا ہمارے پاس اتنا وقت نہیں کہ ہم اس موضوع کے چیدہ چیدہ نکات کو یاد کرلیں اور موقع پر لوگوں کو بتائیں۔

جب کبھی حضور ﷺ کی ناموس کی بات آجائے تو ایک مسلمان کو وہاں اچھے انداز میں اسلام اور مسلمان بالخصوص نبی کریم ﷺ کا تعارف کرائیں۔ ہندو، عیسائی لوگ خاص کر اس کی مستورات حضور ﷺ کی شادیوں پر بے جا اعتراض کرکے

مسلمانوں کو گمراہ کرتی ہے۔ اس کے تدارک کے لیے آپ کے پاس مندرجہ ذیل جوابات ہوں تو ان دشمنوں کے ناپاک حملے ناکام ہوں گے اور آپ کی معلومات سے اسلام اور حضور ﷺ کے متعلق غلط فہمیوں کا رد بھی ہو جائے گا۔

حضور ﷺ نے گیارہ شادی کیوں فرمائی؟

(۱) میرے پیارے نبی ﷺ نے عالم شباب میں (۲۵ سال کی عمر میں) ایک سن رسیدہ بیوہ خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۴۰/سال تھی اور جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں حضور اکرم ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی۔ (طبقات ابن سعد: ۸/۲۷)

۵۰/سال کی عمر تک آپ نے ایک بیوی پر قناعت کیا۔ (اگر کسی شخص میں نفسانی خواہشات کا غلبہ ہو تو وہ عالمِ شباب کے ۲۵/سال ایک بیوہ خاتون کے ساتھ گزارنے پر اکتفا نہیں کرتا) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مختلف وجوہات کی بنا پر نبی کریم ﷺ نے مختلف نکاح کیے۔

جب کبھی غیر کے مجمع سے اعتراض ہو تو آپ معترض سے پوچھیں ہے کوئی جوان؟ جو ۴۰/سال کی بیوہ سے شادی کرے گا؟

متحقق طور پر آپ دیکھیں گے کہ خاموشی کے سوا اس کا کوئی جواب نہیں ہوگا۔

ہمیں لوگوں یہ کو بتانا ہوگا کہ نبی کریم ﷺ نے یہ کیوں کیا ہے؟ اس کی کیا کیا حکمتیں تھیں؟ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضور ﷺ نے جو گیارہ شادیاں کی ہیں سوائے ایک کے، باقی سب بیوگان تھیں یہ سب سن کر مجمع پر حیرانی اور سکوت کا عالم طارہ ہو جائے گا۔

جنگ اُحد کے موقع پر ستر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے، نصف سے زیادہ گھرانے بے آسرا ہوگئے، بیوگان اور یتیموں کا کوئی سہارا نہ رہا۔

اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہ کو بیوگان سے شادی کرنے کو کہا، لوگوں کو ترغیب دینے کے لیے حضور ﷺ نے

(۲) حضرت سودہ رضی اللہ عنہا (۳) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

(۴) حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہ سے مختلف اوقات میں نکاح کیے۔ آپ ﷺ کو دیکھا دیکھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے بیوگان سے شادیاں کیں جس کی وجہ سے بے آسرا خواتین کے گھر آباد ہوگئے ۔(طبقات: ۳۶/۸۔۳۹)

(۵) عربوں میں کثرت ازواج کا رواج تھا۔ دوسرے شادی کے ذریعے قبائل کو قریب لانا اور اسلام کے فروغ کا مقصد حضور ﷺ کے پیش نظر تھا۔

کیوں کہ عربوں میں دستور تھا کہ جو شخص ان کا داماد بن جاتا اس کے خلاف جنگ کرنا اپنی عزت کے خلاف سمجھتے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے حضور ﷺ کے شدید ترین مخالف تھے۔ مگر جب ان کی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کا نکاح ہوا تو یہ دشمنی کم ہوگئی۔

واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا شروع میں مسلمان ہو کر اپنے مسلمان شوہر کے ساتھ حبشہ ہجرت کر گئیں، وہاں ان کا خاوند نصرانی ہو گیا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہانے اس سے علیحدگی اختیار کی اور بہت مشکلات سے گھر پہنچیں۔ حضور ﷺ نے ان کی دل جوئی فرمائی اور بادشاہ حبشہ کے ذریعے ان سے نکاح کیا۔(مسند:۶/۴۲۷)

(۶)حضرت جویریہ رضی اللہ عنہ کا والد قبیلہ مصطلق کا سردار تھا ، یہ قبیلہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان رہتا تھا۔ حضور ﷺ نے اس قبیلہ سے جہاد کیا، ان کا سردار مارا گیا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا قید ہو کر ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے مشورہ کرکے سردار کی بیٹی کا نکاح حضور ﷺ سے کر دیا اور اس نکاح کی برکت سے اس قبیلہ کے سو گھرانے آزاد ہوئے اور سب مسلمان ہو گئے۔(اسد الغابہ:۵/۴۲۰)

(۷) خیبر کی لڑائی میں یہودی سردار کی بیٹی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا قید ہو کر ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے مشورے سے ان کا نکاح حضور اکرم ﷺ سے کرا دیا۔(بخاری:۱/۲۹۷۔۲۹۸)

(۸) اسی طرح میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی وجہ سے نجد کے علاقہ میں اسلام پھیلا۔ ان شادیوں کا مقصد یہ بھی تھا کہ لوگ حضور ﷺ کے قریب آسکیں، اخلاقِ نبی کا مشاہدہ کر سکیں تا کہ انہیں راہ ہدایت نصیب ہو۔(طبقات ابن سعد:۸/۱۳۵)

(۹) حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے ۶/ہجری میں آپ ﷺ نے نکاح فرمایا، یہ نکاح بھی اسلام کے فروغ کے سلسلے کی ایک کڑی تھی کیوں کہ آپ پہلے مسیحی تھیں اور ان کا تعلق ایک شاہی خاندان سے تھا۔ ان کو بازنطینی بادشاہ شاہ مقوقس نے بطور ہدیہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیجا تھا۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ: ۸/۳۱۱)

(۱۰) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح متبنیٰ کی رسم توڑنے کے لیے کیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے متبنیٰ (منہ بولے بیٹے) کہلائے تھے، ان کا نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ مناسبت نہ ہونے پر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے انہیں طلاق دے دی تو حضور ﷺ نے نکاح کر لیا اور ثابت کر دیا کہ متبنیٰ ہر گز حقیقی بیٹے کے ذیل میں نہیں آتا۔ (اسد الغابہ: ۵/۴۶۴)

(۱۱) علوم اسلامیہ کا سرچشمہ قرآنِ پاک اور حضور اقدس ﷺ کی سیرت طیبہ اور حدیث پاک ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی سیرت پاک کا ہر ایک پہلو محفوظ کرنے کے لیے مردوں میں خاص کر اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اسی طرح عورتوں میں بھی اس کام کے لیے ایک جماعت کی ضرورت تھی۔ ایک صحابیہ سے کام کرنا مشکل امر تھا اس کام کی تکمیل کے لیے حضور اکرم ﷺ نے کئی نکاح کیے۔ آپ نے حکماً ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا تھا کہ ہر اس بات کو نوٹ کریں جو رات کے اندھیرے میں دیکھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو بہت ذہین، زیرک اور زود فہم تھیں، حضور ﷺ نے نسوانی احکام و مسائل کے متعلق آپ کو خاص طور پر تعلیم دی۔ حضور اقدس ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا 45 سال تک زندہ رہیں اور دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) احادیث آپ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء: ۱۰۱/۲)

صحابہ کرام رضی اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ جب کسی مسئلے میں شک ہوتا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کا علم ہوتا۔

اسی طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایات کی تعداد ۳۶۸ ہے۔

ان حالات سے ظاہر ہوا کہ ازدواجِ مطہرات رضی اللہ عنہما کے گھر، عورتوں کی دینی درسگاہیں تھیں کیوں کہ یہ تعلیم قیامت تک کے لوگوں اور ساری دنیا کے لیے تھیں اور ذرائع ابلاغ محدود تھے، اس لیے کتنی جانفشانی سے یہ کام کیا گیا ہوگا، آج اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اگر پڑھے لکھے مسلمان ان نکات کو یاد کرلیں تو کوئی بدبخت حضور ﷺ کی ذات پر حملہ کرے تو ہم سب اس کا دفاع کریں۔

مغرب کا خاندانی نظام اور اسلام

مغربی طرز فکر میں زندگی کا طرز بالکل جدا نظر آتا ہے، وہاں انسانوں کا ایک دوسرے سے تعلق رشتوں کی نہیں بلکہ اغراض کی بنا پر طے کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ان میں مرد عورت دونوں اپنی زندگی میں آزاد رہتے ہیں، نہ مرد پر کسی باپ کی سرپرستی ہوتی ہے اور نہ عورت پر کسی خیر خواہ کا سایہ، ان کی زندگی میں تعلق تجربہ کرنے کی بنیاد پر بنتا بگڑتا ہے، جس میں مرد مختلف عورتوں سے اور عورتیں مختلف مردوں سے اس بنیاد پر

تعلق استوار کر لیتی ہیں کہ اگر اس کا کردار و اخلاق اچھا رہا تو اسے حتمی فیصلے کے طور پر قبول کیا جائے گا۔ بعض اوقات سینکڑوں تجربات کے بعد ایک کامیابی مل جاتی ہے، تب تک ان کی عمر، صلاحیت اور اعتماد میں غیر معمولی فرق آجاتا ہے۔ یہ سب اس صورت میں جب وہ کسی تعلق کا فیصلہ کر بیٹھیں ورنہ وہ ہمیشہ آزادی کے ماحول میں رہنے کو ترجیح دیتے ہیں جس کے نتیجے میں مرد ہمیشہ مرد اور عورت ہمیشہ عورت ہی رہتی ہے، وہ زندگی بھر کسی مقدس رشتے کا مقام نہیں پاتے اور نہ ہی عزت و احترام کا وہ موقع جہاں اسے بہن، بیوی، ماں اور دادی نانی کے محبت اور پیار بھرے رشتے نصیب ہوں۔

وہ بلوغت کے بعد سے گرل فرینڈ کا سفر طے کرتی ہے اور ادھیڑ عمر تک کسی نہ کسی کی گرل فرینڈ ہی رہتی ہے، اس کا واسطہ صرف ان مردوں سے پڑتا ہے جو ہوس کی آگ میں اندھے ہو چکے ہوں، وہ ساری زندگی ایک سچے اور وفادار ساتھی سے محروم رہتی ہے۔ اس طرح مغرب اپنی اکائی میں ہی خاندانی نظام کا دشمن بن جاتا ہے اور اس کا یہ سیاہ چہرہ مادیت کی آڑ میں چھپایا گیا ہے، جس دن پردہ گرے گا اس دن بچانے اور سمیٹنے کو کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔

ان میں دین کا ایک بہت بڑا مقصد نسب کی حفاظت ہے، جو کہ نکاح کے ذریعے محفوظ کیا جاتا ہے، اگر نکاح کا عمل مفقود ہو جائے تو دین کا ایک بہت بڑا مقصد ادھورا رہ جائے گا۔ نسب کی حفاظت شریعت کا ایک اہم رکن ہے۔

شریعت اسلامیہ نے حفاظتِ نسب کے ذریعے اللہ کے بندوں کو ان کے حقوق دلانے کا ایک بہترین انتظام فرمایا تا کہ کوئی بچہ والدین کے پیار سے محروم نہ رہے، اسے باپ کی شفقت اور ماں کی ممتا برابر ملتی رہے، اس کی اچھی تربیت کی جاسکے۔ ساتھ ساتھ اس کے قریبی رشتہ داروں میں ایسے افراد موجود ہوں جو بچے کے درست رویے پر حوصلہ افزائی اور کوتاہیوں پر بروقت تنبیہ کر سکیں۔ اگر اس تصور کو نظر انداز کیا جائے تو بھلا بچہ کیا مستقبل سنوار سکے گا، اسے خیر و شر کا ادراک کون کرائے گا، اسے معیاری تعلیم و تربیت کہاں سے دی جائے گی، وہ دادی جان کی ڈانٹ اور نانی جان کا لاڈ کہاں سے پائے گا، اسے ایک بھائی کا ساتھ اور بہن کی غم خواری کون دلائے گا۔ یقیناً وہ ان نامحرومیوں کا اظہار معاشرے میں سرکشی مچا کر دکھائے گا اور اپنی جہالت کا مخاطب ہر کس و ناکس کو بنائے گا۔ لیکن مذہب اسلام نے ایک رشتہ محبت عطا کر کے یہ ساری خوشیاں میسر فرمادی۔

بوائے فرینڈ اور گرل فرینڈ دورِ جدید کا عظیم فتنہ:

معاشرے میں معاصی کا رواج بڑھتا جا رہا ہے، مرد وزن میں دوستیوں کی عادت عام ہو چکی ہے، بے پردگی کا طوفان سرایت کر چکا ہے، بازاروں میں اختلاط، تعلیمی اداروں میں اختلاط، سفر میں اختلاط، حضر میں اختلاط، تفریحی مقامات بے پردگی کے مراکز اور جگہ جگہ بد نظری کے مواقع کا عام ہو جانا اور جرات کے ساتھ اپنے فسق و فجور کی روداد کا سنانا۔

جب بے حیائی کا ماحول اس سطح کو پہنچ جائے تو حیا اور اس کے تقاضے کبھی بھی سمجھ نہیں آسکتے، اسلام یقیناً فطری ضروریات کے حق میں ہے لیکن جب فطرت ہی مسخ ہو

جائے، جب فکر و نظر ہی آلودہ ہو جائیں تو کہاں کی حیا، کہاں کا نکاح، کہاں کی شرم؟

نکاح کے مختلف مقاصد میں سے ایک بہت بڑا مقصد فتنوں سے محفوظ ہونا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ انسان کے جنسی تقاضے کس طرح پورے کیے جائیں؟ایک طریقہ تو یہ تھا کہ ہر فرد کو آزادی دی جائے کہ وہ اپنے لیے جب چاہے جیسا انتخاب کر کے باہمی رضامندی سے اپنی اس ضرورت کو پورا کرے۔ شریعت اس طریقہ کار کو سختی کے ساتھ رد کرتی ہے اور اس عمل کو ایک بدترین فعل یعنی زنا کا نام دیتی ہے۔ زنا میں چند گھڑیوں کی مشغولیت درحقیقت خالق کائنات کے ان فطری اصولوں سے بغاوت ہے جس کے لیے نکاح کو مقرر کیا گیا ہے، جس کے ذریعے انسان حلال اور جائز طریقے سے دنیا میں آباد ہوتے ہیں، اسی لیے بدکاری پر شریعت بہت سخت رویہ اپناتی ہے اور بدکاروں کے لیے عبرت ناک سزائیں تجویز کرتی ہیں۔

اس کے علاوہ بدکاری اپنی اصل میں ایک غیر ذمہ دارانہ فعل ہے جس میں مرد اور عورت ایک دوسرے کو عارضی طور پر قبول کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے لطف اندوز ہو کر دوبارہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنا گوارہ نہیں کرتے، جس کے نتیجے میں نہ مرد عورت کی کسی ذمہ داری کو قبول کرتا ہے اور نہ عورت مرد کے لیے کوئی خدمت کا جذبہ رکھتی ہے۔ اس طرح یہ دونوں کائنات کے فطری اصولوں کی خلاف ورزی کے مجرم بن جاتے ہیں اور ان کا یہ فعل دنیا اور اس میں بسے انسانوں کے لیے ایک فساد کی صورت اختیار لیتا ہے۔ جب کہ شریعت نے نکاح کے ذریعے ہونے والے ملاپ کو صرف جنسی تسکین تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے ایک مکمل اور پائیدار شکل دے کر

دونوں کواس معاہدے کاپابند بنایا ، جس میں مرد کے ذمہ کسب معاش، نان و نفقہ، سکونت اور لباس کاانتظام کرنا ہے اور عورت کے ذمہ حمل، رضاعت اور بچے کو اپنی آغوش میں تربیت دینالازمی قرار دیا۔ نیزانہیں پابند کیاکہ دونوں نے مل جل کر زندگی کے تمام معاملات دکھ درد، خوشی غم ، عسریسر، شادابی تابانی اور سرد و گرم حالات کاسامنا کرنا ہے، دونوں اپنے فیصلوں میں برابر کے شریک رہیں گے اور ان کا ہر فیصلہ دونوں کے حق میں ہوگا۔

نکاح کے متعلق ضروری مسائل

اعتدال کی حالت میں نکاح کرنا سنت ہے فقہائے کرام نے حالات کے اعتبار سے نکاح کرنے اور نہ کرنے کے احکام بیان کیے ہیں جو درج ذیل ہیں:

فرض: اگر شہوت بہت زیادہ ہو حتی کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں گناہ کر لینے کا یقین ہو، مہر اور نان ونفقہ ادا کر سکتا ہو، نیز بیوی پر ظلم وستم کرنے کا خوف نہ ہو، توایسی صورت میں نکاح کر لینا فرض ہے۔ (بہار شریعت، ۲/۵ حصہ ۷)

واجب: نکاح کرنے کا تقاضہ ہو، نکاح نہ کرنے کی صورت میں گناہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو، مہر اور نان ونفقہ ادا کر سکتا ہو نیز بیوی پر ظلم وستم کرنے کا خوف نہ ہو، توایسی صورت میں نکاح کر لینا واجب ہے۔ (ایضا، ۵)

سنت مؤکدہ: عام حالات میں یعنی مالی اور جسمانی حالت اچھی ہو، بیوی کے حقوق کو ادا کر سکتا ہو، بیوی پر ظلم وستم کرنے کا خوف نہ ہو تو نکاح کرنا سنتِ مؤکدہ ہے۔ (ایضا، ۴)

مکروہ: اگر نکاح کرنے کے بعد بیوی کے مالی یا صنفی حقوق ادا نہ کرنے کا اندیشہ ہو تو

نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (ایضا،۵)

حرام: اگر نکاح کرنے کے بعد بیوی کے مالی یا صنفی حقوق ادا نہ کرنے کا یا عورت پر ظلم کرنے کا یقین ہو یا نکاح کرنے کا مقصد بیوی پر ظلم کرنا ہو تو پھر نکاح کرنا حرام ہے۔

(الدر المختار علی رد المحتار: ۶/۳، بہار شریعت، ۵/۲)

نکاح کرنے کے یہ درجات جس طرح مردوں کے لیے ہیں، اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ہیں۔ نکاح میں لڑکے کے اوپر مہر، ولیمہ مسنونہ اور مستقل طوپر بیوی کے نان ونفقہ کے اخر اجات کے علاوہ کوئی مالی ذمہ داری نہیں ہے؛ اس لیے صرف اس وجہ سے کہ ابھی زیادہ روپیہ پیسہ نہیں ہے، یا ولیمہ میں بھاری بھر کم خرچہ کرنے کی استطاعت نہیں ہے، نکاح نہ کرنا یا نکاح کو مؤخر کرنا درست نہیں ہے؛ بلکہ اگر نکاح کرنے کی ضرورت ہو تو ایسی صورت میں سخت گناہ ہوگا اور اپنے ذہن اور جسم وروح کے ساتھ ناانصافی بھی ہوگی۔

نکاح کرنے کے طریقے: نکاح کرنے کے چار طریقے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:

اصالۃً: یعنی نکاح کرنے والا خود ایجاب یا قبول کرے۔ مثلاً لڑکا یا لڑکی دونوں میں سے کوئی ایک دو گواہوں کی موجودگی میں دوسرے سے کہے کہ میں نے آپ سے اتنے مہر کے عوض نکاح کیا اور وہ کہے ہاں میں نے قبول کیا۔

وِلایۃً: یعنی نکاح کرنے والے کا ولی، مثلاً اس کا باپ یا دادا، بھائی، چچا وغیرہ (بالترتیب) اس کی طرف سے ایجاب یا قبول کرے، ایسا صرف اس صورت میں ہوتا ہے؛ جب کہ لڑکا یا لڑکی نابالغ ہو۔ اگر نکاح باپ دادا کے علاوہ کسی دوسرے

ولی، مثلاً بھائی، چچا وغیرہ نے کرایا ہے، تب تو ان کو بالغ ہونے کے بعد اختیار ہوگا کہ اس نکاح کو باقی رکھیں یا ختم کردیں، اور اگر باپ دادا نے کرایا ہے تو یہ اختیار نہیں رہے گا۔ ہاں اگر باپ دادا اپنے فسق وفجور میں مشہور ہوں تو پھر نکاح ختم کرنے کا اختیار ہوگا۔ فقہ کی اصطلاح میں اس کو "خیار بلوغ" کہا جاتا ہے؛ مگر اس کے لیے قضاء قاضی شرط ہے، یعنی شرعی دار القضاء میں جاکر قاضی شریعت کی خدمت میں فسخ نکاح کا درخواست دینا ضروری ہے، قاضی محترم تحقیق کرنے کے بعد فسخ کرسکتے ہیں۔ (ایضا، ۵۱)

اجازۃً: اگر لڑکا یا لڑکی بالغ ہو تو اس کی طرف سے اجازت یا وکالت کا ہونا ضروری ہے۔ ہمارے معاشرہ میں عموماً لڑکا اور لڑکی کے والدین، اولیا اور سرپرست حضرات نکاح کراتے ہیں، یہ ایک بہتر اور مستحسن عمل ہے کیوں کہ دونوں کے اولیا اپنی اولاد کی دینی اور دنیاوی بھلائی دیکھ کر ہی نکاح کرائیں گے۔ اسی وجہ سے شریعت میں ولی کی اجازت کے بغیر کیے گئے نکاح کو ناپسندیدہ سمجھا گیا ہے۔ (ایضا، ۴۷)

نبی کریم ﷺ نے اولیا کو حکم فرمایا ہے کہ وہ اپنی بالغ اولاد کا نکاح ان کی رضامندی کے بغیر نہ کریں۔ "لَا تُنْكَحُ الأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ" (بخاری: ۲/۷۷۱: کتاب النکاح، باب لا ینکح الاب)

کیوں کہ ازدواجی زندگی دونوں میاں بیوی کو گزارنی ہے؛ اس لیے ان سے اجازت لی جائے۔

اجازت کا مطلب یہ ہے کہ بالغ لڑکا یا لڑکی اپنے ولی مثلاً باپ، دادا، یا بھائی کو اس

بات کی اجازت دے دے کہ آپ میرا نکاح فلاں سے کرادیں، یا جس سے چاہیں کرادیں، یا ولی اپنے بیٹے یا بیٹی سے اس بات کی اجازت لے لیں کہ وہ اس کا نکاح فلاں یا فلانہ سے کرانے جارہا ہے۔

واضح رہے کہ اگر باپ دادا نے کنواری لڑکی سے اجازت طلب کی اور وہ خاموش رہی تو اس کا خاموش رہنا بھی اجازت کے حکم میں ہوگا۔ بہر حال ایسی صورت میں ولی کو بھی اپنے بالغ بیٹے یا بیٹی کا نکاح کرانے کا یعنی ایجاب یا قبول کرنے کا حق ہوگا۔اجازت دیتے یا لیتے وقت بہتر ہے کہ دو گواہ بھی موجود ہوں۔

وکالۃً: یعنی نکاح کرنے والا لڑکا یا نکاح کرنے والی لڑکی کسی کو ایجاب و قبول کرنے کا زبانی یا تحریری طور پر وکیل بنادے، مثلاً یوں کہے یا لکھ دے کہ میں نے فلاں بن فلاں کو فلانہ بنت فلانہ سے یا فلاں بن فلاں سے اپنا نکاح کرانے کا وکیل بنادیا اور وکیل اس کی طرف سے ایجاب یا قبول کرے۔ مثلاً یوں ایجاب کرے کہ میں نے اپنے موٴکل یا موٴکلہ کو آپ کی زوجیت میں دیا یا میں نے اپنے موٴکل یا موٴکلہ کا نکاح آپ سے کیا۔ قبول اس طرح کرے کہ میں نے اپنے موٴکل یا موٴکلہ کی طرف سے قبول کیا۔(تلخیص از بہار شریعت، ۲/۱۶: حصہ ۷)

واضح رہے کہ وکیل یا بالغ اولاد کا ولی خود اپنی طرف سے کسی کو نکاح کرانے کی اجازت نہیں دے سکتا ہے اور نہ کسی کو وکیل بنا سکتا ہے؛ اگر کسی نے ایسا کرلیا یعنی ولی نے کسی کو نکاح کرانے کی اجازت دے دی یا کسی کو وکیل بنادیا یا وکیل نے خود کسی دوسرے کو وکیل بنادیا یا نکاح کرانے کی اجازت دے دی اور اس نے نکاح کردیا تو ایسی صورت

میں نکاح منعقد نہیں ہوگا۔(ایضا،۱۵)

ہاں دو صورتیں ایسی ہیں کہ نکاح منعقد ہو جائے گا: (۱)اسی مجلس میں ولی یا وکیل (اول) بھی موجود ہو، (۲) بعد نکاح جب لڑکی کو اس کی اطلاع ہوئی کہ فلاں نے میرا نکاح فلاں سے کر دیا ہے تو وہ انکار نہ کرے تو اس کی خاموشی بھی دلالتہً ایجاب کے حکم میں ہوگی اور نکاح منعقد ہو جائے گا۔(ہندیہ:۱/۲۹۸)

جدید ٹکنالوجی کے ذریعہ نکاح

انعقادِ نکاح کے لیے ضروری ہے کہ ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں اس طرح ہوں کہ فریقین ایک دوسرے کا کلام سن سکیں اور گواہ ایجاب اور قبول دونوں کو سن سکیں۔ ایجاب وقبول کی مجلس ایک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایجاب اور قبول کے درمیان کوئی ایسا فعل نہ پایا جائے جو اعراض اور انکار پر دلالت کرتا ہو، مکان کے اعتبار سے ایجاب وقبول کا ایک جگہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ ٹیلیفون، موبائل، واٹس ایپ، فیس بک میں، چیٹنگ کے ذریعہ ہو یا آڈیو کانفرنس ہو یا ویڈیو کانفرنس کے ذریعے ہو نکاح کسی بھی صورت میں منعقد نہیں ہوگا کیوں کہ دونوں کی مجلس ایک نہیں ہے۔ البتہ اگر ان ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے کسی کو وکیل بنا دیا جائے اور وہ وکیل اپنے موکل کی طرف سے گواہوں کی موجودگی میں ایجاب یا قبول کرے تو پھر نکاح منعقد ہو جائے گا۔(درمختار 14/3)

کورٹ میریج: کورٹ میں نکاح کرنے کی صورت میں اگر ایجاب وقبول کی ساری شرطیں موجود ہوں تو نکاح منعقد ہوگا، ورنہ نکاح نہیں ہوگا۔ مثلاً اگر متعلقہ افسر کے سامنے صرف کاغذ پر دستخط کر دیا، زبان سے ایجاب وقبول نہیں کیا۔ یا دونوں

گواہ مسلمان نہیں تھے یا صرف عورتیں گواہ تھیں، تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

ارکانِ نکاح: نکاح حرام کو حلال کرتا ہے؛اس لیے اس کے ارکان اور شرائط کو بوقت نکاح ملحوظ رکھنا نہایت ہی ضروری ہے،

ورنہ بعض دفعہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا ہے اور طویل عرصہ تک لڑکا لڑکی دونوں حرام کاری کرتے رہتے ہیں۔ نکاح کے ارکان ایجاب و قبول ہیں۔ پیغام دینے اور پیش کش کرنے کو ایجاب کہتے ہیں، خواہ لڑکے کی طرف سے ہو یا لڑکی کی طرف سے اور دوسرے کی طرف سے منظور کر لینے کو قبول کہا جاتا ہے۔

ایجاب وقبول کی صورتیں:

پہلی صورت: ایجاب و قبول کی صورت میں سے ایک یہ ہے کہ ایجاب و قبول کی مجلس ایک ہو، مثلاً ایجاب جس مجلس میں ہوا اسی مجلس میں قبول ہو جائے ورنہ نکاح منعقد نہیں ہوگا، مثلاً اگر ایجاب و قبول کی جگہ بدل جائے یا کوئی ایک مجلس سے اٹھ جائے پھر قبول کرے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔(بدائع الصنائع: ۲/۲۳۲، بہار شریعت، ۲/۱۷)

دوسری صورت: ایجاب و قبول کا تلفظ کیا گیا ہو، یعنی اگر ایجاب و قبول کرنے والا بولنے پر قادر ہے اور دونوں مجلس میں موجود ہیں تو ایجاب و قبول کی منظوری زبان سے دینا ضروری ہے۔ مثلاً ایجاب یوں کرے "میں نے آپ سے اتنے مہر کے عوض نکاح کیا" اور قبول یوں کرے "ہاں میں نے قبول کیا" اگر ایجاب و قبول کے الفاظ لکھ دیے جائیں، یا صرف سر کو ہلا دیا جائے یا نکاح نامہ میں صرف دستخط کر دیے جائیں تو ان صورتوں میں نکاح منعقد نہیں ہوگا۔(ایضا،۸)

اگر نکاح کرنے والوں میں سے کوئی ایک مجلس میں موجود نہ ہو مگر اس کی طرف

سے اس کا ولی جس کو اس نے نکاح کرانے کی اجازت دے رکھی ہو یا وکیل جس کو اس نے نکاح کرانے کا وکیل بنایا ہو، موجود ہو تو وہ خود اس کی طرف سے ایجاب یا قبول کرے۔ مثلا یوں ایجاب کرے "میں نے فلاں یا فلانہ کا نکاح آپ سے اتنے مہر کے عوض کیا" اور قبول اس طرح کرے "ہاں میں نے فلاں یا فلانہ کی طرف سے قبول کیا" یا قاضی ولی اور وکیل کا ترجمان بن کر اس کی موجودگی میں ایجاب کرے تو اس سے بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔ (ایضا،۸)

اگر کوئی ولی یا وکیل بھی موجود نہ ہو تو اگر کسی ایک نے ایجاب کو لکھ کر بھیجا اور دوسرے نے جس مجلس میں اس کو ایجاب کی تحریر پہونچی اسی مجلس میں گواہوں کی موجودگی میں ایجاب کو پڑھ کر یا کسی سے پڑھوا کر زبان سے قبول کیا تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔ (ہندیہ: ۱/۲۶۹-۲۷۰)

تیسری صورت: ایجاب وقبول کے صیغے ماضی یا حال کے ہوں، مثلاً میں نے آپ سے نکاح کیا یا نکاح کرتا ہوں کہے، اسی طرح میں نے قبول کیا یا میں قبول کرتا ہوں، یا مجھے قبول ہے وغیرہ الفاظ کہے، پس اگر مستقبل کے صیغے استعمال کیے جائیں، مثلاً یوں کہا کہ نکاح کروں گا، قبول کروں گا یا ٹھیک ہے کر لوں گا وغیرہ تو نکاح منعقد نہیں ہو گا۔ (بہار شریعت، ۲/۷)

چوتھی صورت: ایجاب وقبول کم از کم دو ایسے مسلمان عاقل و بالغ مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی میں ہو، جو فریقین کے ایجاب وقبول کے الفاظ کو سن سکیں، لہٰذا اگر دو گواہ نہیں ہیں یا گواہ تو ہیں مگر مسلمان نہیں ہیں، یا صرف عورتیں

ہیں، یا گواہ بالغ نہیں ہیں، یا عاقل نہیں ہیں تو نکاح منعقد نہیں ہو گا۔ (ایضا، ۱۱)

ابدی طور پر حرام ہونے والی عورتیں

نسبی محرمات: اس میں خاندان کی درج ذیل عورتیں شامل ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: " وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ فٰحِشَةً وَّمَقْتًا وَّسَآءَ سَبِيْلًا " اور جن عورتوں سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہو ان سے نکاح نہ کرنا مگر جاہلیت میں جو ہو چکا سو ہو چکا یہ نہایت بے حیائی اور ناخوشی کی بات تھی اور بہت برا دستور تھا۔ (النساء ۲۲)

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (النساء، ۲۳)

تم پر حرام کی گئی تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں اور بھانجیاں (اسی طرح) تمہاری دودھ کی مائیں اور تمہاری دودھ کی بہنیں، تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری مدخولہ بیویوں کی (کسی دوسرے شوہر سے) بیٹیاں اور اگر تم نے دخول کیا ہو تو کوئی حرج نہیں اور تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں اور دو بہنوں کا اکٹھا کرنا بھی حرام ہے مگر جو ہو چکا سو ہو چکا بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم والا ہے۔"

درج بالا آیات سے معلوم ہوا کہ کسی انسان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی ایسی عورت

سے شادی کرے جس سے اس کے باپ یا دادا یا اس سے بھی اوپر کے انسان نے شادی کی ہو، دادا ہو یا نانا دونوں کے لئے ایک ہی حکم ہے اور اس اعتبار سے بھی کوئی فرق نہیں کہ ان کا اس عورت سے جنسی تعلق قائم ہوا ہے یا نہیں۔(نسائی،۵۷۷)

مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کا ذکر کیا ہے جن سے نکاح کرنا حرام ہے، ان آیات میں جن اسباب حرمت کو بیان کیا گیا ہے، ان کا تعلق تین چیزوں سے ہے اور وہ یہ ہیں۔(۱)نسب(۲)رضاعت (۳)مصاہرت۔

جب کوئی آدمی کسی عورت سے صحیح عقد قائم کرے تو وہ اس کے بیٹوں، پوتوں، پڑپوتوں اور نیچے سب تک حرام ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: حُرِّمَت عَلَيكُم أُمَّهٰتُكُم وَبَناتُكُم وَأَخَوٰتُكُم وَعَمّٰتُكُم وَخٰلٰتُكُم وَبَناتُ الأَخِ وَبَناتُ الأُختِ"(النساء ۲۳)

" تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں حرام کر دی گئی ہیں۔"(نسائی:۷۷۷۔۸۷۷)

اس آیت میں ان رشتوں کو بیان کیا گیا ہے جو نسب کی وجہ سے حرام ہیں اور وہ سات ہیں۔

(۱)ماں خواہ سگی ہو یا سوتیلی، دادیاں، پڑدادیاں، نانیاں اور پڑنانیاں بھی شامل ہیں۔

(۲)بیٹی، اس میں پوتیاں اور دوہتیاں بھی شامل ہیں۔

(۳)بہن خواہ سوتیلی ہو یا سگی سبھی شامل ہیں۔

(۴)پھوپھی خواہ سگی ہو یا سوتیلی یا باپ شریک سبھی حرام ہیں۔

(۵)خالہ خواہ سگی ہو یا سوتیلی یا باپ شریک سبھی حرام ہیں۔

(۶) بھتیجی خواہ سگی ہو یا سوتیلی اور اس کی بیٹی بھی حرام ہے۔

(۷)بھانجی خواہ سگی ہو سوتیلی اور اس کی بیٹی بھی حرام ہے۔(ایضا)

تفصیل کچھ اس طرح ہے:

مائیں اور ان سے اوپر کی خواتین یعنی دادیاں اور نانیاں (۲)بیٹیاں اور ان سے نیچے کی خواتین یعنی بھتیجیاں اور بھانجیاں (۳) بہنیں خواہ وہ حقیقی ہوں یا صرف ماں کی طرف سے ہوں یا صرف باپ کی طرف سے (۴) پھوپھیاں،ان سے آباء واجداد کی بہنیں مراد ہیں خواہ وہ حقیقی پھوپھیاں ہوں یا صرف باپ کی طرف سے یا صرف ماں کی طرف سے۔ حقیقی پھوپھیاں وہ ہیں جو آپ کے باپ کی ماں اور باپ دونوں کی طرف سے بہنیں ہوں اور باپ کی طرف سے پھوپھیاں وہ ہیں جن کو آپ کے باپ کی ان کے باپ کی طرف سے بہنیں ہوں اور ماں کی طرف سے پھوپھیاں وہ ہیں جو آپ کے باپ کی ان کی ماں کی طرف سے بہنیں ہوں۔(۵) خالائیں،اس سے مراد ماں اور نانی کی بہنیں ہیں خواہ وہ نانی سے بھی اوپر کی ہوں خواہ وہ ماں کی باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے بہنیں ہوں، حقیقی خالائیں وہ ہوتی ہیں جو آپ کی والدہ کی ان کے ماں باپ کی طرف سے بہنیں ہوں اور باپ کی طرف سے خالائیں وہ ہیں جو آپ کی والدہ کی ان کے باپ کی طرف سے بہنیں ہوں اور ماں کی طرف سے خالائیں وہ ہیں جو آپ کی والدہ کی ان کی ماں کی طرف سے بہنیں ہیں۔

یادرہے کسی شخص کی خالہ یاپھوپھی اس کی اولاد دراولاد کی بھی خالہ اور پھوپھی ہے یعنی آپ کے باپ کی پھوپھی آپ کی پھوپھی اورآپ کے باپ کی خالہ آپ کی بھی خالہ ہے، اس طرح آپ کی ماں کی پھوپھی اور خالہ بھی آپ کی پھوپھی اور خالہ ہے اسی طرح آپ کے دادوں، نانوں، دادیوں، نانیوں کی پھوپھیاں اور خالائیں بھی آپ کی پھوپھیاں اور خالائیں ہیں۔(۶) بھتیجیاں خواہ وہ بھائی جس کی وہ بیٹیاں ہوں وہ حقیقی بھائی ہو یا صرف باپ کی طرف سے یا صرف ماں کی طرف بھائی ہو یعنی آپ کے حقیقی بھائی کی بیٹی یا صرف باپ کی طرف سے یا صرف ماں کی طرف سے بھائی کی بیٹی اور اس کی بیٹی کی بیٹی بھی آپ کے لئے حرام ہے، اس طرح اس کے بیٹے کی بیٹی بھی آپ کے حرام ہے اور اس سے نیچے کی تمام بیٹیاں بھی آپ کے لئے حرام ہیں۔(۷) اس طرح بھانجیوں کی حرمت کے بارے میں بھی یہی اصول ہے اور یہ سات رشتے نسب سے حرام ہیں۔

رضاعی محرمات:

کوئی لڑکا لڑکی اپنی ماں کے علاوہ کسی اور عورت کا دودھ پی لے تو وہ بھی اس کے لیے ماں کے حکم میں اور اس کا شوہر باپ کے حکم میں ہو گا اور انہیں دودھ پینے والوں کے لیے رضاعی ماں اور رضاعی باپ قرار دیا جائے گا، جب کہ وہ تمام رشتے جو حقیقی ماں اور باپ کے تعلق سے حرام ہو جاتے ہیں، وہ رضاعی ماں اور باپ کے تعلق سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔

فرمان الٰہی ہے: ''وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوٰتُكُم مِّنَ الرَّضٰعَةِ''

اور تمہاری مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو اور رضاعی بہنیں۔

''اس آیت میں ان رشتوں کی طرف اشارہ ہے جو رضاعت کی وجہ سے حرام ہیں۔

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔"

"رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام ہیں جو نسب و ولادت سے حرام ہوتے ہیں۔(مسلم: ۱/۴۶۶، کتاب الرضاع)

اور نسب سے جو رشتے حرام ہیں وہ مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، اور بھانجیاں ہیں لہذا اس کی نظیر یعنی رضاعی ماں، رضاعی بہن، رضاعی بیٹی، رضاعی پھوپھی، رضاعی خالہ، رضاعی بھتیجی اور رضاعی بھانجی یہ ساتوں رشتے رضاعت کی وجہ سے نبی ﷺ کے مذکورہ بالا ارشاد کے مطابق حرام ہو جاتے ہیں، اسی طرح دودھ پینے والی بچی کے لیے رضاعی باپ، رضاعی دادا، اور نانا، رضاعی بھائی، رضاعی پوتا، رضاعی نواسہ، رضاعی چچا، رضاعی بھتیجا، رضاعی بھانجا وغیرہ محرم بن جاتے ہیں۔ ان سے نکاح کرنا حرام ہو گا۔(عالم گیری: ۱/۲۷۷)

واضح رہے کہ دودھ پینے والے بچے کے دیگر بہن بھائیوں کے لیے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہو گی کیوں کہ انہوں نے تو اس عورت کا تو دودھ پیا ہی نہیں ہے، اس لیے دودھ پینے والے کا بھائی دودھ پلانے والی عورت یا اس کی ماں یا اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے، اسی طرح اس رضاعی بچے کی بہن دودھ پلانے والی کے خاوند یا اس کے باپ یا بیٹے سے نکاح کر سکتی ہے۔

مصاہرت کی بنا پر حرام ہونے والے رشتے:

"وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۫ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ"۔

" اور تمہاری ساس حرام کر دی گئی ہیں اور جن عورتوں سے تم مباشرت کر چکے ہو ان

کی وہ بیٹیاں جن کی تم پرورش کرتے ہو ہاں اگر ان کے ساتھ تم نے مباشرت نہ کی ہو تو (ان کی بیٹیوں کے ساتھ نکاح کرنے میں) تم پر کچھ گناہ نہیں اور تمہارے حقیقی بیٹوں کی عورتیں بھی۔'' اس آیت میں ان تین رشتوں کا ذکر ہے جو مصاہرت کی وجہ سے حرام ہیں۔

(۱) بیویوں کی ماؤں سے مراد یہ ہے کہ آدمی کے لئے اپنی بیوی کی ماں اور دادی اور اوپر کی تمام خواتین بھی حرام ہیں خواہ وہ اس کے باپ کی طرف سے ہوں یا ماں کی طرف سے اور یہ تمام خواتین محض عقد نکاح ہی سے حرام ہو جاتی ہیں۔

یعنی جب کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کرے تو اس مرد پر منکوحہ کی ماں حرام ہو جاتی ہے اور وہ اس کی محرم بن جاتی ہے خواہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ دخول نہ بھی کیا ہو مثلاً اس کی یہ بیوی فوت ہو جائے یا یہ اسے طلاق دے دے تو اس کی ماں سے نکاح کرنا اس کے لئے حرام ہو گا اگر اس نے اپنی بیوی سے دخول نہیں کیا تو پھر بھی اس کی ماں اس کے لئے حرام ہو گئی، وہ اس کے سامنے اپنے چہرے کو ننگا کر سکتی ہے، اس کے ساتھ سفر کر سکتی ہے خلوت میں جا سکتی ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ محض عقد نکاح سے اس کی بیوی کی ماں اور اس کی دادیاں نانیاں حرام ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ (بیویوں کی ماؤں) کے عموم میں داخل ہیں اور عورت محض عقد ہی سے اپنے شوہر کی بیوی بن جاتی ہے۔

(۲) بیوی کی بیٹیاں اور اس کی اولاد کی وہ بیٹیاں جو کسی اور خاوند سے ہوں وہ بھی اس کے لئے حرام ہیں اور اس کی محرم ہیں۔ (عالم گیری: ۱/۲۷۴)

اسی طرح اس کے بیٹوں اور بیٹیوں کی بیٹیاں بھی اس کے لئے حرام ہیں لیکن اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے یہاں دو شرطین بیان فرمائی ہیں:

(۱)بیوی کی پہلے خاوند سے بیٹی (ربیبہ) آدمی کی زیر پرورش ہو۔

(۲)اور بیوی سے صحبت ہو چکی ہو۔(ایضا)

ان میں سے پہلی شرط جمہور اہل علم کے نزدیک اغلبی ہے جس کا کوئی مفہوم نہیں یہی وجہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مدخولہ بیوی کی بیٹی مرد کے لئے حرام ہے خواہ وہ اس کی پرورش میں نہ بھی ہو اور دوسری شرط یعنی 'جن کیساتھ تم نے دخول کیا ہو' یہ شرط اصل مقصود ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کا مفہوم بھی ذکر فرمایا ہے۔ جبکہ پہلی شرط کا مفہوم بیان نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ اس شرط کا مفہوم معتبر نہیں ہے۔

(۳) باپ کی بیوی یعنی سوتیلی ماں، دادا اور نانا کی بیویاں بھی اس میں شامل ہیں۔

(۴) بیٹے کی بیوی یعنی بہو، پوتے اور دوہتے کی بیویاں بھی اس میں شامل ہیں۔(ایضا)

یہ وہ تین اسباب جو موجب حرمت ہیں یعنی (۱) نسب (۲) رضاعت (۳) مصاہرت، نسب کی وجہ سے سات قسم کے رشتے حرام ہیں۔ رضاعت سے بھی وہ تمام رشتے حرام ہیں جو نسب کی نظیر ہیں۔ "رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام ہیں جو نسب سے حرام ہیں۔"

اور مصاہرت کی وجہ سے چار قسم کے رشتے حرام ہیں جن کا ذکر سورہ نساء کی آیات بالا میں مذکور ہوا۔

وہ عورتیں جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہو (۲) ساسیں (۳) جن عورتوں

سے تم مباشرت کر چکے ہو ان کی بیٹیاں اور (۴) تمہارے صلبی بیٹوں کی عورتیں۔

اور رہا ارشاد باری تعالیٰ: وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ'' اور دو بہنوں کا اکٹھا کرنا بھی حرام ہے۔ (نساء: ۲۳)

تو یہ حرمت ابدی نہیں ہے کیونکہ دونوں کو اکٹھا کرنا حرام ہے، بیوی کی بہن شوہر کے لئے حرام نہیں ہے حرام یہ ہے کہ دونوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ دو بہنوں کا اکٹھا کرنا حرام ہے، یہ نہیں فرمایا کہ تمہاری بیویوں کی بہنیں حرام ہیں لہذا اگر مرد اپنی بیوی کو طلاق بائنہ دے دے اور اس کی عدت پوری ہو جائے تو وہ اس کی بہن سے شادی کر سکتا ہے کیونکہ حرام یہ ہے کہ دونوں بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھا جائے، جس طرح دو بہنوں کو اکٹھا کرنا حرام ہے، اسی طرح کسی عورت اور اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ کو اکٹھا کرنا بھی حرام ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے یہ ثابت ہے یعنی جن عورتوں کو اکٹھا کرنا حرام ہے وہ تین قسم کی ہیں۔ (۱) دو بہنیں۔ (۲) عورت اور اس کی پھوپھی اور (۳) عورت اور اس کی خالہ۔ (نسائی، کتاب النکاح: ۸۷۷)

مہر کیا ہے، کیوں دی جاتی ہے اور شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

عقد نکاح کی وجہ سے شوہر کو بیوی سے جماع کرنے کا حق اور ایک طرح کی ملکیت حاصل ہوتی ہے، اسی حق اور ملکیت کے معاوضہ کا نام مہر ہے، جس کی ادائیگی شوہر پر شرعاً لازم ہے۔

اسم للمال الذي يجب في النكاح على الزوج في مقابلة البضع

(كذا في الشامي ج ۴ ص ۲۲۰)

مہر کی ادائیگی کا شریعت میں حکم ہے، نیز نکاح کی وجہ سے شوہر کو بیوی پر ایک طرح کی ملکیت حاصل ہوتی ہے، لہٰذا بیوی کو اس ملکیت کے بدلے مال دلایا جاتا ہے، اس لیے کہ عورت محترم ہے اور بغیر معاوضہ کے اس پر کوئی حق ثابت کرنے میں اس کی اہانت ہے۔ " قال في الهداية: ولأنه حق الشرع وجوبًا إظهارًا لشرف المحل"

(ج ۲ ص ۳۲۴)

مہر کی ادائیگی شوہر پر لازم اور ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَن تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ (النساء: ۲۴)

بہتر یہ ہے کہ بیوی سے پہلی ملاقات کے وقت مہر اس کے حوالہ کر دی جائے۔

اس کا بھی رواج ہے کہ نکاح کے وقت مہر بیوی کے ولی کے حوالہ کر دیا جاتا ہے اور ولی منکوحہ کو وہ مہر پہنچا دیتا ہے، یہ طریقہ بھی اچھا ہے۔

"أَحَقَّ الشُّرُوطِ أَنْ تُوفُوا بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ" (صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی المهر: ۳۷٦/۱)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: نکاح کی شرطوں میں سے جس شرط کا پورا کرنا تمہارے لئے سب سے زیادہ اہم ہے وہ وہی شرط ہے جس کے ذریعے تم نے عورتوں کی شرمگاہوں کو اپنے لیے حلال کیا ہے۔

وضاحت: اس شرط سے مراد مہر ہے یا بیوی کا نان ونفقہ وغیرہ مگر حق یہ ہے کہ اس سے مراد تمام وہ جائز شرطیں ہیں جو نکاح سے پہلے یا نکاح کے وقت لگائی جائیں۔ یہاں صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ اس جگہ خاوند بیوی دونوں سے خطاب ہے یعنی

نکاح کے وقت جو شرطیں عورت کی طرف سے مرد پر لگیں اسے مرد ضرور پورا کرے اور جو شرطیں مرد کی طرف سے عورت پر لگیں اسے عورت ضرور پورا کرے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۵،ص ۳۴)

دین مہر کی مقدار:

کم سے کم مہر کی مقدار دس درہم ہے (یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ تقریباً 30.618 گرام چاندی) روپیوں کی صورت میں مہر مقرر کرنا ہو تو اس بات کا ضرور خیال رکھیں کہ یہ رقم دس درہم کی قیمت سے کم نہ ہو۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۷، ص ۵۶)

اگر موجودہ ریٹ (فروری، 2021) کے حساب سے اس مقدار کو روپیوں میں لگائیں تو تقریبا 2200 سو روپے بنتے ہیں، لیکن مقام و محل کے اعتبار سے رقم میں تفاوت اور فرق ہوتا رہتا ہے۔

شرعی مہر کی اصطلاح شریعت میں نہیں ہے یہ عوام کی اصطلاح ہے اور اس سے اقل مہر مراد ہوتا ہے جس کی مقدار دس درہم ہے جو موجودہ وزن کے اعتبار سے 30 گرام 618 ملی گرام چاندی ہے، البتہ اگر کسی جگہ عرف مہر فاطمی کو شرعی مہر کہنے کا ہو تو وہاں مہر شرعی سے مہر فاطمی مراد ہوتی ہے جس کی مقدار احادیث میں ساڑھے بارہ اوقیہ منقول ہے اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے تو اس حساب سے مہر فاطمی پانچ سو درہم بنتے ہیں۔

موجودہ دور میں وزن کے اعتبار سے ڈیڑھ کلو گرام (1.5) کلو تین سو نو 309 ملی گرام چاندی ہے۔

اسی طرح مہر فاطمی کو موجودہ دور کے حساب سے روپیوں میں تقسیم کیا جائے تو (103050) ایک لاکھ تین ہزار پچاس روپے بنتے ہیں۔

مہر نہ دینے سے نکاح کی درستگی پر کوئی فرق نہیں پڑتا، البتہ بیوی کو یہ اختیار ہے کہ جب تک شوہر مہر معجل ادا نہ کرے بیوی اپنے کو شوہر کے حوالے نہ کرے۔

مہر کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) معجّل (۲) موٴجّل (۳) مطلق

(۱) مہرِ مُعجّل وہ مہر ہے کہ خلوت سے پہلے دینا قرار پایا ہو۔ مہرِ معجل وصول کرنے کیلئے عورت اپنے کو شوہر سے روک سکتی ہے، اگرچہ اس سے پیشتر عورت کی رضا مندی سے خلوت ووطی ہو چکی ہو یعنی یہ حق عورت کو ہمیشہ حاصل ہے جب تک وصول نہ کر لے۔

(۲) مہر موٴجل وہ مہر ہے کہ جس کی ادائیگی کے لیے کوئی میعاد مقرر ہو۔ مہر موٴجل میں جب تک وہ میعاد نہ گزرے عورت کو مطالبے کا اختیار نہیں اور میعاد پوری ہونے کے بعد ہر وقت مطالبہ کر سکتی ہے، اور اپنے کو شوہر سے روک سکتی ہے۔

(۳) مطلق وہ مہر ہے کہ نہ خلوت سے پہلے دینا قرار پایا ہو اور نہ کوئی میعاد مقرر ہو۔ مہر مطلق میں موت یا طلاق کی وجہ سے فرقت کے وقت لازم ہو گی اس سے پہلے عورت کو مطالبے کا حق نہیں۔ (بہار شریعت، مہر کا بیان، حصہ ۷، ص ۶۹)

خلوت صحیحہ کیا ہے

خلوتِ صحیحہ یہ ہے کہ نکاح کے بعد عورت اور مرد تنہائی میں جمع ہوں اور کوئی چیز جماع سے مانع نہ ہو، تو یہ خلوت بھی جماع ہی کے حکم میں ہے۔ موانعِ جماع تین ہیں

مانعِ شرعی: مثلاً عورت کا حیض ونفاس میں ہونا۔ یا ان میں سے کسی کا رمضان کا روزہ دار ہونا۔

مانعِ حسّی: مثلاً مرد کا بیمار ہونا یا عورت کا اس حد تک بیماری میں مبتلا ہونا کہ وطی سے ضرر کا صحیح اندیشہ ہو۔ (ایضا)

مانعِ طبعی: مثلاً وہاں کوئی تیسرا موجود ہو۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۷، ص ۶۹)

طلاق کے ضروری مسائل

طلاق رجعی:

رجعی طلاق وہ ہوتی ہے جس میں دوران عدت رجوع ممکن ہوتا ہے، طلاق رجعی کی صورت اور مثال یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو طلاق کے صریح الفاظ سے طلاق دے، مثلا کہے کہ "تجھے طلاق ہے" یا اسی کے ہم معنی الفاظ میں سے کوئی لفظ کہے یعنی تجھے چھوڑ دیا۔" وهو كأنت طالق ومطلقة وطلقتك وتقع واحدة رجعية وإن نوى الأكثر أو الإبانة أو لم ينو شيئا"۔ (در مختار: ۴/۴۵۸)

طلاق رجعی کا حکم:

ایک طلاق دینے سے طلاقِ رجعی واقع ہوتی ہے۔ طلاقِ رجعی کا حکم یہ ہے کہ عدّت (تین حیض کی مدت یا بیوی کے حاملہ ہونے کی صورت میں بچے کی پیدائش سے پہلے) تک بیوی بدستور شوہر کے نکاح میں رہتی ہے۔ دورانِ عدت شوہر کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ چاہے بیوی سے رُجوع کر سکتا ہے۔ 'رُجوع' کا مطلب ہے کہ یا تو زبان سے کہہ دے کہ میں نے طلاق واپس لے لی یا میاں بیوی کی صلح ہو جائے۔ اس صورت میں انہیں زوجیت کا تعلق قائم کرنے کے لیے نئے نکاح کی ضرورت نہیں

ہوتی۔ لیکن اگر عدّت گزر گئی اور شوہر نے اپنے قول یا فعل سے رُجوع نہیں کیا تو ان کا نکاح ختم ہو جائے گا اور عورت کو حق ہوگا کہ وہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ اگر سابقہ شوہر سے مصالحت ہو جائے تو اس سے بھی دوبارہ نکاح کر سکتی ہے۔

دورانِ عدت رُجوع کر لینے سے یا تجدیدِ نکاح سے اگرچہ طلاق کا اثر ختم ہو جاتا ہے، لیکن شوہر کے پاس صرف باقی ماندہ طلاقوں کا حق رہ جاتا ہے۔ شوہر کو کل تین طلاقوں کا اختیار حاصل تھا، اگر اس نے ایک رجعی طلاق دی ہے تو اس کے پاس دو طلاقوں کا حق باقی رہ گیا۔ طلاقِ رجعی کی عدت کے دوران شوہر بغیر نکاح کے رجوع کر سکتا تھا، مدت گزر گئی تو رجوع کے لیے نیا نکاح کرے گا' لیکن طلاق ایک ہی رہے گی اور اسے دو کا حق حاصل رہے گا۔ طلاق رجعی کی عدت گزرنے سے نکاح ختم ہو جاتا ہے، لیکن طلاق میں اضافہ نہیں ہوتا۔ (عالم گیری: ۱/۳۵۴)

طلاق بائن:

طلاقِ بائن وہ طلاق ہوتی ہے جس سے نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ یہ طلاق ایسے الفاظ سے ہوتی ہے جس سے فوری طور پر رشتہ نکاح ختم کرنا سمجھا جائے۔

طلاق بائن دو طرح کی ہے:

طلاقِ بائن خفیفہ: یہ ایک یا دو طلاق کو کہتے ہیں، جس میں رشتۂ نکاح ختم ہو جاتا ہے، شوہر کو رجوع کا حق نہیں رہتا۔ ہاں! اگر وہ دونوں دوبارہ ازدواجی زندگی گزارنا چاہیں تو دورانِ عدت یا بعد ختمِ عدت بقرارِ مہرِ جدید دوبارہ عقد کر سکتے ہیں۔

طلاقِ مغلظہ: طلاقوں کا عدد تین تک پہنچ جائے تو اسے طلاقِ مغلظہ کہتے ہیں۔

طلاقِ مغلظہ کو بینونتِ کبریٰ بھی کہتے ہیں۔

طلاق کے جن الفاظ میں شدت نہیں ہوتی وہ عام طور پر رجعی طلاق کے الفاظ ہوتے ہیں اور جن کے معنی میں شدت اور سختی ہوتی ہے وہ بائن کے الفاظ ہوتے ہیں۔اس کے علاوہ بسا اوقات ایک لفظ طلاقِ رجعی کا ہوتا ہے، مگر مخصوص اَحوال کی وجہ سے وہ بائن بن جاتا ہے، مثلاً غیر مدخولہ کو اگر طلاقِ رجعی دی جائے تو وہ بائن ہوتی ہے،اسی طرح اگر بائن کے بعد رجعی دی جائے تو وہ بھی بائن ہوتی ہے وغیرہ۔

طلاق بائن کا حکم: طلاقِ بائن کے ذریعہ عورت نکاح سے خارج ہو جاتی ہے، میاں بیوی کا نکاح ختم ہو جاتا ہے؛ اس لیے طلاقِ بائن کے بعد عدت کے دوران رجوع کرنا یا تجدیدِ نکاح سے قبل میاں بیوی کے تعلقات قائم کرنا یا ساتھ رہنا جائز نہیں۔ طلاقِ بائن ایک یا دو ہوں تو ان کے بعد رجوع کی صورت یہ ہے کہ شوہر گواہوں کی موجودگی میں نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرے۔دوبارہ نکاح کی صورت میں آئندہ کے لیے شوہر کو اتنی ہی طلاق کا حق ہوگا جتنی رہ گئی ہیں، یعنی ایک طلاق ہو تو صرف دو طلاق کا حق حاصل ہوگا اور دو طلاق ہوں تو ایک طلاق کا حق ہوگا۔آئندہ جب کبھی بھی مزید طلاقیں دیں اور طلاقوں کی تعداد تین تک پہنچ گئی تو بیوی اپنے شوہر پر حرام ہو جائے گی۔ پھر تجدیدِ نکاح کی اجازت بھی نہیں ہوگی۔

بائن طلاق وہ ہوتی ہے جس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور رجوع ممکن نہیں ہوتی البتہ تجدید نکاح جائز ہوتا ہے، طلاق بائن کی صورت اور مثال یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو بینونت کے الفاظ سے طلاق دے مثلاً کہے کہ تو بائن ہے، یا الفاظ کنائی سے طلاق

دے یا ایسے الفاظ سے طلاق دے جس میں شدت کا معنی ہو مثلا کہے کہ تجھے سخت طلاق ہو ، لمبی چوڑی طلاق ہو، نیز بسا اوقات ایک لفظ طلاق رجعی کا ہوتا ہے، مگر مخصوص احوال کی وجہ سے وہ بھی بائن بن جاتا ہے، مثلاً غیر مدخولہ کو اگر طلاق رجعی بھی دی جائے تو وہ با ئن ہوتی ہے،اسی طریقے سے اگر ایک طلاق رجعی دی جائے اور پھر عدت کے دوران رجوع نہ کی جائے تو وہ طلاق رجعی بائن بن جاتا ہے اسی طرح اگر بائن کے بعد رجعی دی جائے تو وہ بھی بائن ہوتی ہے۔

جب طلاقوں کا عدد تین تک پہنچ جائے تو اسے طلاق مغلظہ کہتے ہیں۔ مثلا بیوی کو تین طلاقیں الگ الگ دیدی، یا ایک ساتھ دیدی، نیز ایک ساتھ تین طلاقیں دینے میں اگرچہ گناہ ہے تاہم اس طرح طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جائے گی۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: وإذا قال ''رہا کردم'' أي سرحتک يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضًا وما ذاک إلا لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق وقد مر أن الصريح ما لم يستعمل إلا في الطلاق من أي لغةٍ كانت. (كتاب الطلاق)

فتاوی ہندیہ میں ہے: ''إذا طلق الرجل امرأته ثلاثا قبل الدخول بها وقعن عليها فإن فرق الطلاق بانت بالأولى ولم تقع الثانية والثالثة''

ولو قال أنت طالق أقبح الطلاق أو أفحشه أو أخبثه أو أسوأه أو أغلظه أو أشره أو أطوله أو أكبره أو أعرضه أو أعظمه ولم ينو شيئا أو نوى واحدة أو ثنتين في غير الأمة كانت واحدة بائنة

والطلاق البائن يلحق الطلاق الصريح بأن قال لها أنت طالق ثم قال لها أنت بائن تقع طلقة أخرى (کتاب الطلاق، ج:1، ص:77/73/372)

ہندیہ میں ہے: وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرة وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها".
(الفتاوى الهندية، ج:3، ص: 473)

خلع لینے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ کیا اس میں بھی عدت ہے؟

اصطلاح فقہ میں خلع عورت سے کچھ لے کر اس کو نکاح سے آزاد کرنے کا نام ہے یعنی بیوی معاوضہ دے کر علیحدہ ہو تو اسے خلع کہا جاتا ہے، اس طرح خاوند معاوضہ لے کر اپنی بیوی کو چھوڑ دے چاہے وہ یہ معاوضہ مہر جو کہ خاوند نے دیا تھا وہ ہو یا اس سے زیادہ اور یا پھر کم ہو۔ یعنی اگر زوجین میں نبھاؤ کی کوئی شکل نہ رہے اور شوہر بلا عوض طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو، تو عورت کے لیے یہ راستہ تجویز کیا گیا ہے کہ وہ خلع کی پیش کش کر کے اپنے کو آزاد کرا لے۔ اِسی بات کو قرآنِ کریم کی اِس آیت میں اِرشاد فرمایا گیا:

"وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ"
(البقرۃ، ۲۲۹)

اور تمہارے لیے حلال نہیں کہ تم نے جو کچھ انہیں دیا ہے اس میں سے کچھ واپس لے لو مگر یہ کہ وہ دونوں اس سے خوفزدہ ہوں کہ وہ اللہ تعالی کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے، تو پھر ان پر کوئی گناہ اور جرم نہیں کہ وہ اس کا فدیہ دیں۔

سنت نبویہ میں اس کی دلیل ثابت بن قیس رضي اللہ تعالی عنہ کی بیوی کی حدیث ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَا دِينٍ وَلٰكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ؟» قَالَتْ: نَعَمْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْبَلِ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً (بخاری: ۲/۷۹۴: كِتَابُ الطَّلَاقِ. بَابُ الْخُلْعِ وَكَيْفَ الطَّلَاقُ فِيهِ)

ثابت بن قیس رضي الله تعالی عنہ کی بیوی نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی: اے اللہ تعالی کے رسول ﷺ میں ثابت بن قیس پر کوئی دینی یا اخلاقی عیب نہیں لگاتی، لیکن میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں۔

تو نبی ﷺ نے اسے فرمایا کیا تو اس کا باغ واپس کرتی ہے؟ یہ باغ انہوں نے اسے مہر میں دیا تھا، تو وہ کہنے لگی جی ہاں، تو نبی ﷺ نے فرمایا، اپنا باغ قبول کرلو اور اسے چھوڑ دو۔

علمائے کرام نے اس قصہ سے یہ استنباط کیا ہے کہ جب عورت اپنے خاوند کے ساتھ رہنے کی طاقت نہ رکھے تو ولی الامر اس کے خاوند سے خلع طلب کرے بلکہ اسے خلع کا حکم دے۔

خلع کی صورت: خاوند معاوضہ کے طور پر کچھ لے یا پھر وہ کسی عوض پر متفق ہو جائیں اور پھر خاوند اپنی بیوی کو کہے کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا یا خلع کر لیا یا اس طرح کے دوسرے الفاظ کہے۔

واضح رہے کہ شرعاً خلع صحیح ہونے کے لیے شوہر کا اسے قبول کرنا ضروری ہے۔

نیز چوں کہ خلع طلاقِ بائن کے حکم میں ہے؛ اس لیے خلع واقع ہونے کے بعد عدت گزارنا ضروری ہوگا، جو حمل نہ ہونے کی صورت میں تین ماہواریاں ہوگی۔

حلالہ کیا ہے:

حلالہ ایک اصطلاحی لفظ ہے، حلالہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر عورت کو تین طلاق دی جاتی

ہے تو وہ اولاً عدت گذارے پھر دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور وہ اس کے ساتھ دخول کرے، اس کے بعد وہ اپنی مرضی سے طلاق دے پھر یہ عورت عدت گذارے، اس کے بعد اس عورت کے لیے پہلے شوہر جس نے طلاق دی تھی اس کے لیے نکاح کرنا جائز ہوگا، ورنہ نہیں۔ چونکہ دوسرا شوہر نکاح اور وطی کے ذریعہ پہلے شوہر کے لیے نکاح کو حلال کرتا ہے اس لیے اس کا یہ فعل حلالہ کہلاتا ہے۔

ایک مجلس کی تین طلاق احادیث وآثار کی روشنی میں

تین طلاق کا جواز ووقوع، احادیث صحیحہ اور آثارِ صحابہ سے ثابت ہے۔

آج کل ایک مجلس کی تین طلاق کا مسئلہ پورے ہندوستان بلکہ عالمی پیمانے پر اچھالا جارہا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک مانی جائے گی تین نہیں، اور انتہائی جرأت و بے باکی سے کہا جارہا ہے کہ ”حضور اکرم ﷺ کی کوئی ایک حدیث بھی مجلس کی تین طلاق کی حمایت میں نہیں وارد ہوئی ہے، اور طلاق ثلاثہ کو آپ ﷺ کی منظوری حاصل نہیں ہے“۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ شریعت کے نزدیک بیوی کو طلاق دینا انتہائی مبغوض اور مکروہ فعل ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ”أَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ“ (ابن ماجہ: ۶۵۰، کتاب الطلاق، باب الطلاق)

اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا“۔ (سورہ نساء: ۳۵)

اگر میاں بیوی میں نا اتفاقی پیدا ہو جائے تو (مطلقاً طلاق کے بجائے) باہمی صلح و مصالحت کا طریقہ اختیار کریں بایں طور کہ شوہر کے گھرانے سے ایک ذمہ دار شخص اور عورت کے گھرانے سے ایک ذمہ دار شخص صلح و مصالحت کی کوشش کریں۔

لیکن اگر صلح مصالحت سے کام نہ چلے اور میاں بیوی میں اتفاق کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو مجبوراً طلاق جیسے مبغوض عمل کی شریعت نے اجازت دی ہے، اب شوہر کتنی طلاق دے، ایک، دو، یا تین۔ نیز تین طلاق دینے کی صورت میں ایک ہی طہر میں تینوں دے یا الگ الگ طہر میں اور اگر ایک طہر میں تین طلاق دے رہا ہے تو ایک مجلس میں دینا چاہیے یا الگ الگ تین مجلس میں۔ ان سب چیزوں کا بیان مندرجہ بالا آیت میں نہیں ہے، بلکہ ان میں سے بعض کا بیان قرآن کریم کی دوسری آیات میں ہے اور بعض چیزوں کا بیان قرآن کریم میں سرے سے ہے ہی نہیں، ان کا ذکر صرف احادیث صحیحہ میں ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

طلاق کی قسمیں: طلاق کی تین قسم ہے:

(۱) طلاق احسن، یعنی شوہر بیوی کو ایک طلاق دے، ایسے طہر میں جو جماع سے خالی ہو اور اسی حالت پر بیوی کو چھوڑ دے تاکہ عدت پوری ہو جائے یا رجوع کرنا چاہے تو زمانۂ عدت میں رجعت کر لے۔

(۲) طلاق حسن ہے، یعنی مدخول بہا عورت کو تین طلاق الگ الگ طہر میں دے۔

(۳) طلاق بدعی کہتے ہیں۔ اس کی دو صورت ہے: پہلی صورت یہ ہے کہ شوہر بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاق دے اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایک ہی طہر میں تین

طلاق (الگ الگ مجلس میں) دے۔ (ہدایہ: ۲۲۱/۱)

اول الذکر دو قسموں کا ذکر قرآن وحدیث دونوں میں موجود ہے، پہلی قسم کا ذکر قرآن کی اس آیت میں ہے: ’’یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِھِنَّ‘‘ (سورہ طلاق: ۱) اے نبی! جب آپ طلاق دیں عورتوں کو تو ان کو طلاق دیجئے ان کی عدت پر۔

یعنی طہر میں طلاق دیجیے تاکہ اس کے بعد والا حیض عدت میں شمار ہو جائے اور حدیث سے یہ قید بھی ثابت ہے کہ اس طہر میں صحبت نہ کی ہو، چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں ایک طلاق دے دی، حضرت عمر نے آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ناراض ہو گئے اور کہا کہ ابن عمر کو رجعت کر لینا چاہئے اور بیوی کو نکاح میں باقی رکھنا چاہیے تاکہ عورت کو دوسرا حیض آجائے اور اس حیض سے پاک ہو جائے تو اب اگر ابن عمر کو مناسب معلوم ہو تو بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو۔

(بخاری ۷۹۰/۲: کتاب الطلاق، باب قول اللہ یاایھا النبی)

طلاق کی دوسری قسم کا ذکر اس آیت میں ہے: ’’اَلطَّلٰقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ‘‘ (سورہ بقرہ: ۲۲۹)

طلاق رجعی دو بار رہے، اس کے بعد دستور کے موافق بیوی کو رکھنا ہے یا اچھے طریقے سے چھوڑ دینا ہے۔ یعنی طلاق جس میں رجعت ہو سکے، مکمل دو بار ہے، ایک یا دو طلاق تک تو اختیار دیا گیا کہ عدت کے اندر مرد چاہے تو عورت کو پھر دستور کے

موافق رکھ لے یا اچھی طرح سے چھوڑ دے، پھر عدت کے بعد رجعت باقی نہیں رہتی۔ ہاں اگر دونوں راضی ہوں تو وہ دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں اور اگر تیسری بار طلاق دے گا تو پھر ان میں نکاح بھی درست نہیں ہوگا جب تک کہ دوسرا خاوند اس سے نکاح کر کے صحبت نہ کر لے۔

اور طلاق کی دوسری قسم کا ذکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہے: عن عبد الله بن مسعود ، قال في طلاق السنة: "يطلقها عند كل طهر تطليقة. فإذا طهرت الثالثة طلقها، وعليها بعد ذلك حيضة" (ابن ماجہ: ۶۵۱، کتاب الطلاق، باب طلاق السنۃ)

سنت طریقے پر طلاق یہ ہے کہ شوہر ایک طلاق دے ایسے طہر میں جس میں جماع نہ کیا ہو، پھر عورت کو حیض آئے اور حیض سے پاک ہو جائے تو دوسری طلاق دی جائے، پھر عورت تیسرے حیض سے بھی پاک ہو جائے تو تیسری طلاق دے اور اب عورت ایک حیض عدت گزارے گی۔

اور مذکورہ دونوں قسموں کا مجموعی ذکر اس آیت میں ہے

''وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ'' (بقرہ: ۲۳۱)

جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک طلاق، یا دو طلاق الگ الگ طہر میں دینے کی صورت میں رجعت کا حق صرف عدت تک ہے کہ عدت گزرنے سے پہلے یا تو رجعت کرے (اگر بھلے طریقے پر رکھنا ہے) یا بھلے طریقے پر چھوڑ دے اور عدت گزر جائے۔

مندرجہ بالا تینوں آیتوں میں اللہ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ دو طلاق تک شوہر کو عدت کے زمانے میں رجعت کا حق باقی رہتا ہے۔

عدت گزرنے کے بعد رجعت کا حق باقی نہیں رہتا ہے بلکہ دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا اور تین طلاق دینے کی صورت میں زمانۂ عدت میں نہ تو رجعت کا حق باقی رہتا ہے اور نہ ہی عدت کے بعد اس سے نکاح درست ہے جب تک دوسرا شوہر اس سے نکاح کر کے صحبت نہ کرلے۔

قرآن کریم میں طلاق کی صرف دو قسموں کو ذکر کرنے کی حکمت و مصلحت دوسری آیات میں ملتی ہیں، ارشاد باری ہے:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا (طلاق:۲) وَمَنْ یَّتَّقِ اللہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ اَمْرِہٖ یُسْرًا (طلاق:۴) لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا (طلاق:۱)

یعنی طلاق کی بابت جو اللہ سے ڈرے اور اس کے بنائے ہوئے طریقے کے مطابق طلاق دے تو ممکن ہے کہ اللہ اس پر رحم و کرم اور نرمی کا معاملہ کرے اور کوئی سبیل پیدا فرمادے بایں طور کہ طلاق کے بعد اللہ تعالیٰ شوہر کے دل میں بیوی کی محبت پیدا کردے اور شوہر بیوی کو چاہنے لگے اور رجعت کرلے اور ظاہر ہے کہ تین طلاق دینے کی صورت میں رجعت نہیں کر سکتا۔

مندرجہ بالا آیتوں میں سے کسی ایک بھی آیت میں تیسری قسم کا بیان ہے ہی نہیں کہ جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دے دی تو اس کا کیا حکم ہے؟ قرآن نے اس کا ذکر ہی نہیں چھیڑا ہے بلکہ اس کا ذکر صرف احادیث صحیحہ میں آیا ہے، اس

لیے ایک مجلس کی تین طلاق کو تین ماننے پر قرآن کریم سے استدلال جس طرح غلط ہے اس سے کہیں زیادہ غلط یہ نظریہ ہے کہ "ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک مانا جائے، تین ماننا قرآن کے خلاف ہے" اس لئے کہ جب قرآن میں سرے سے اس کا ذکر ہی نہیں ہے تو ایک ماننے کو قرآن کے حکم کے موافق اور تین ماننے کو قرآن کے خلاف بتانا کہاں کا انصاف ہے؟ اور تمام اصولیین کے نزدیک یہ قاعدہ مسلم ہے کہ جب کوئی حکم قرآن میں مذکور نہ ہو تو احادیث کی طرف رجوع کیا جائے گا اور احادیث کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا اور اس صورت میں حدیث کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔

طلاق ثلاثہ اور ائمہ مجتہدین

پہلے ہم ایک مجلس کی تین طلاق کے متعلق ائمہ اربعہ رحمہم اللہ (جو اسلام کے سب سے اعلیٰ اور ممتاز ترین ماہر قانون تھے) کا نظریہ بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں کہ ان حضرات نے ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک مانا ہے یا تین؟ پھر ان احادیث و آثار کو ذکر کریں گے جن میں ایک مجلس کی تین طلاق کا ذکر ملتا ہے کہ ان احادیث و آثار میں حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا فیصلے اور فتاوے صادر فرمائے ہیں۔

امام نووی نے ایک مجلس کی تین طلاق کے بارے میں ائمہ اربعہ کا نظریہ اس طرح بیان کیا ہے: علما کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جو اپنی بیوی سے "انت طالق ثلاثا" کہے (میں تجھے تین طلاق دیتا ہوں) امام شافعی، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام احمد اور جمہور علمائے سلف و خلف اس بات کے قائل ہیں کہ تینوں واقع ہو جائیں گی۔ (شرح نووی علی صحیح مسلم: ۳۲۸/۵)

امام نووی کے اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ ائمہ اربعہ نے ایک مجلس کی تین طلاق کو تین ہی مانا ہے، ایک نہیں مانا ، لیکن افسوس غیر مقلدین پر نہیں ہے بلکہ حیرت اور تعجب ان لوگوں پر ہے جو اپنے آپ کو مقلد بھی ظاہر کرتے اور ائمہ اربعہ کے مسلک کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ماننے پر اصرار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تین ماننا اسلامی انصاف اور قانون کو مسخ کرنا ہے۔

اب ہم ان احادیث کو ذکر کریں گے جن میں ایک مجلس کی تین طلاق کا ذکر ملتا ہے۔

طلاق ثلاثہ اور احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک صحابی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، اس عورت نے دوسرا نکاح کر لیا، دوسرے شوہر نے بھی (قبل الوطی) طلاق دے دی، حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ پہلے مرد کے لیے حلال ہو گئی؟ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں جب تک دوسرا شوہر پہلے شوہر کی طرح لطف اندوز نہ ہو لے۔ (بخاری ۲/ ۷۹۱: کتاب الطلاق، باب من اجاز طلاق الثلاث)

ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ماننے والے حضرات کہتے ہیں کہ اس حدیث میں "طلق امرأته ثلاثًا" میں ثلاث سے مراد ثلاث مفرقہ ہے یعنی یہ تینوں طلاقیں ایک مجلس میں نہیں دی گئی تھیں اس لئے اس حدیث سے ایک مجلس کی تین طلاق کے جواز پر استدلال فاسد ہے۔

لیکن ان حضرات کا ثلاث سے "ثلاثۂ مفرقہ" (تین طہر میں ایک ایک کر کے طلاق دینا) مراد لینا غلط ہے بلکہ ثلاث سے مراد ثلاث مجموعہ (ایک ہی دفعہ تینوں طلاق دینا) ہے کہ صحابی نے دفعۃً واحدہ (ایک مجلس میں) تینوں طلاق دی تھی، ثلاث

مفرقہ مراد لینا خلاف ظاہر ہے اور اس پر کوئی قرینہ بھی موجود نہیں ہے، اس کے برعکس ثلاث مجموعہ مراد لینا ظاہر، لفظ کے عین مطابق ہے۔ نیز ثلاث مجموع کے متعین ہونے کی تائید امام بخاری جیسے حدیث داں اور محدث کے ترجمۃ الباب سے ہوتی ہے۔ موصوف اس حدیث پر یوں باب قائم کرتے ہیں: باب من جوّز الطلاقَ الثلاث، اور شارح بخاری حافظ ابن حجر ترجمۃ الباب کی اس طرح وضاحت کرتے ہیں: هذا يرجح أن المراد بالترجمة بيان من أجاز الطلاق الثلاث ولم يكرهه، اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ترجمۃ الباب کا مقصد اس امر کا بیان ہے کہ تین طلاقوں کو جائز قرار دیا اور اس کو مکروہ نہیں سمجھا۔

(فتح الباری:۹/۳۶۷)

۲-ایک مجلس کی تین طلاق کے جائز اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رفاعہ قرظی کی بیوی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور کہا کہ اے اللہ کے رسول: ان رفاعة طلقني فَبَتَّ طلاقی رفاعہ نے مجھے طلاق قطعی دے دی (عدت گزرنے کے بعد) میں نے عبد الرحمن بن الزبیر سے نکاح کر لیا لیکن وہ نامرد ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شاید تمہاری خواہش یہ ہے کہ پھر رفاعہ کی زوجیت میں چلی جاؤ، ایسا نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ (عبد الرحمن) تم سے اور تم اس سے لطف اندوز نہ ہو لو۔

(بخاری، ۲/۷۹۱: کتاب الطلاق، باب من اجاز طلاق الثلاث)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پہلی حدیث اور یہ حدیث دونوں الگ الگ ہے،

حافظ ابن حجر نے اسی کو راجح قرار دیا ہے اور دونوں حدیث کو الگ الگ واقعے پر محمول کیا ہے۔

مجلس کی تین طلاق کا انکار کرنے والے اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس میں طلاق البتہ کا ذکر ہے تین طلاق کا ذکر نہیں ہے، لیکن یہ کہنا کم علمی کی دلیل ہے اس لیے کہ خود امام بخاری نے کتاب اللباس میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس میں ''ثلاث تطلیقات'' ہے کہ رفاعہ نے تین طلاق دی تھی۔ طلاق البتہ (مغلظہ) نہیں دی تھی یہ راوی کا اپنا بیان ہے۔

اس کے بعد بھی یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ اس تین طلاق سے کیا مراد ہے، ثلاث مجموعہ مراد ہے کہ ایک ہی مجلس میں تینوں طلاق دی تھی یا ثلاث مفرقہ مراد ہے کہ الگ الگ مجلس میں طلاق دی تھی، مجلس کی تین طلاق کا انکار کرنے والے ثلاث مفرقہ ہی مراد لیتے ہیں؛ لیکن امام بخاری کی تبویب سے معلوم ہوتا ہے کہ رفاعہ نے ایک مجلس میں تینوں طلاق دی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تینوں طلاق کے واقع ہونے کا فیصلہ فرمایا جیساکہ حلالہ کی بات سے پتہ چلتا ہے، لہٰذا تین طلاق کے منکرین کی بات یہاں بھی غلط ثابت ہوگئی اور مجلس کی تین طلاق کا جواز اور ثبوت اس حدیث سے بھی ثابت ہوگیا۔ (فتح الباری: ۹/۳۶۷، ۴۶۸)

۳- فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں: طلقنی زوجی ثلاثا وھو خارج الی الیمن فأجاز ذلک رسول اللہ ﷺ (میرے شوہر حفص بن عمرو نے مجھے تین طلاق دیدی اور وہ یمن کے سفر میں تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو جائز یعنی نافذ قرار دیا)

(ابن ماجہ، کتاب الطلاق، بَابُ : مَنْ طَلَّقَ ثَلَاثًا فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ)

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حفص نے تین طلاق دیا تھااور ایک ہی مجلس میں تینوں طلاق دیا تھا،اس لیے کہ دار قطنی کی روایت میں ہے کہ ابو سلمہ بن عبدالرحمن کے پاس کچھ لوگوں نے ایک مجلس کی تین طلاق کے مکروہ ہونے کا تذکرہ کیا،ابو سلمہ نے کہاکہ حفص بن عمرو نے فاطمہ بنت قیس کو ایک مجلس میں تین طلاق دیا تھالیکن کسی روایت سے ہمیں معلوم نہیں ہواکہ حضور اکرم ﷺ نے اس پر نکیر فرمائی ہو۔

(اخرجہ الدار قطنی:۱۱/۴)

الغرض مذکورہ روایت میں اضطراب نہیں ہے بلکہ دار قطنی کی روایت کی وجہ سے تین طلاق کی روایت کو ترجیح دی جائے گی اور حدیث مضطرب میں سے کسی ایک کو دوسرے پر راجح قرار دینے کے بعد اس کا اضطراب ختم ہو جاتا ہے،رہا یہ سوال کہ دار قطنی کی روایت کو ترجیح کیوں دی گئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں اس کے الفاظ کا اختلاف ختم ہو جاتا ہے اور ان کے درمیان تطبیق ہو جائے گی ورنہ کم از کم دار قطنی کی روایت کو ترک کرنا پڑے گا اگر ترجیح کی کوئی دوسری صورت اختیار کی گئی۔

نیز امام ابن ماجہ کی تبویب سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حفص نے ایک ہی مجلس میں تینوں طلاق دی تھی؛موصوف اس حدیث پر یوں عنوان لگاتے ہیں:من طلق ثلاثًا فی مجلس واحد جس نے ایک مجلس میں تین طلاق دی،اور حضرت فاطمہ بنت قیس کی تطلیق کی مذکورہ روایت کو بہ سند ذکر کیا ہے۔

۴-شروع میں حضرت ابن عمر کی تطلیق (طلاق دینے) کی جو حدیث گزری ہے اس کے بعض طرق میں حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

فقلت (ابن عمر): یا رسول اللہ أرأیت لو أنی طلقتها ثلاثا أکان یحل لی أن أراجعها؟ قال: لا، کانت تبین منسک، وتکون معصیة (اخرجہ البیہقی: ۷/۳۳۴)

صحیحین کے الفاظ یہ ہیں: وکان عبد اللہ (بن عمر) اذا سئل عن ذلک قال: ان کنت طلقتها ثلاثا فقد حرمت علیک حتی تنکح زوجا غیرہ''۔

بیہقی کی روایت کی وجہ سے یہ بات متعین ہو جاتی ہے کہ اس میں حضرت ابن عمر نے ثلاث مجموعہ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا ہے کہ کلمہ واحدہ میں تین طلاق دینے کے بعد رجعت کرنا درست ہے یا نہیں (یعنی تینوں طلاق واقع ہو گئی یا نہیں) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ اب رجعت نہیں کر سکتے اس لیے کہ طلاق کے بعد رجعت کا حق ختم ہو جاتا ہے اور تین طلاق دینا (ایک مجلس میں) گناہ ہے۔

اس روایت میں ثلاث مجموعہ کے متعین ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے حالت حیض میں بیوی کو ایک طلاق دی، اور آپ کا ارادہ یہ تھا کہ حیض سے پاک ہو جانے کے بعد طہر میں پھر طلاق دوں گا پھر حیض سے پاک ہو جانے کے بعد تیسری طلاق دوں گا، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف حیض میں طلاق دینے پر نکیر فرمائی کہ تم کو پہلی طلاق حیض کے بجائے طہر میں دینا چاہئے تھا، سنت طریقہ یہی ہے، تم رجعت کر لو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنت طریقے

کی وضاحت بھی فرمادی تاکہ بقیہ دو طلاق کے استعمال میں ابن عمر غلطی نہ کریں اگرچہ ان کا ارادہ پہلے ہی سے تھا کہ بقیہ دو طلاق طہر میں دوں گا۔

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ثلاث مفرقہ کا حکم خود نبی ﷺ نے پہلے ہی حضرت ابن عمر کو بتادیا تھا، دوبارہ ابن عمر جیسا شخص اس کے بارے میں پھر سوال کرے یہ ممکن نہیں ہے۔

۵- حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے لعان کی حدیث صحیحین وغیرہ میں ہے، اس حدیث کے آخر میں حاضر واقعہ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: فتلاعنا وأنا مع الناس عند رسول الله صلى الله عليه وسلم. فلما فرغا قال عويمر: كذبت عليها يارسول الله ان أمسكتها. فطلقها ثلاثا قبل أن يأمره رسول الله ﷺ (بخاری، كِتَاب الطَّلَاقِ،بَابُ مَنْ أَجَازَ طَلَاقَ الثَّلَاثِ،)ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں: فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله ﷺ فأنفذه رسول الله ﷺ (ابوداؤد، کتاب تفریع أبواب الطلاق، باب فِي اللِّعَانِ)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد کہتے ہیں کہ ان دونوں (عویمر اور ان کی بیوی) نے لعان کیا اور میں بھی لوگوں کے ساتھ حاضر خدمت تھا، جب میاں بیوی لعان سے فارغ ہوگئے تو عویمر نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر میں نے اس کو نکاح میں روک لیا تب تو میں نے اس پر غلط الزام لگایا ہے، حضرت عویمر نے بیوی کو تین طلاق دیدی نبی اکرم ﷺ کی طرف سے حکم صادر ہونے سے پہلے ہی۔ اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ عویمر نے بیوی کو تین طلاق دی اور رسول ﷺ نے تینوں کو نافذ بھی کردیا۔

یہ حدیث اس بات پر نص ہے کہ حضرت عویمر نے لعان کے بعد ایک ہی مجلس میں تین طلاق دی تھی، جیسا کہ ظاہر لفظ سے پتہ چلتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ایک مجلس کی تین طلاق کے جواز پر استدلال اس بات سے ہے کہ جب حضرت عویمر نے رسول اکرم ﷺ کے سامنے ایک مجلس میں تین طلاق دیا تو حضور ﷺ نے نکیر نہیں فرمائی، اگر تین طلاق دینا (ایک مجلس میں) ناجائز اور حرام ہوتا تو حضور ﷺ ضرور نکیر فرماتے، قطع نظر اس سے کہ فرقت تو نفس لعان سے ہو گئی یا نہیں، ان کی بیوی محل طلاق تھی یا نہیں۔ (فتح الباری: ۳۶۷/۹)

آثار صحابہ

ایک مجلس کی تین طلاق کے جواز اور وقوع پر احادیث صحیحہ مرفوعہ سے استدلال کے بعد اب ہم صحابہ کرام کے فتاویٰ اور آثار کا ذکر کر رہے ہیں کہ صحابہ کرام نے مجلس کی تین طلاق کو ایک نہیں مانا ہے بلکہ تین مانا ہے اور وہ آثار درج ذیل ہیں:

(۱) مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خاموش رہے، مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیوی کو اس آدمی کے نکاح میں لوٹا دیں گے، پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: تم لوگ حماقت کا کام کرتے ہو، پھر آکر چلاتے ہو، اے ابن عباس، اے ابن عباس!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ومن یتق اللہ یجعل له مخرجاً.

اور تم اللہ سے نہیں ڈرے اس لیے میرے یہاں تمہارے لئے کوئی سبیل نہیں

ہے، تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تمہاری بیوی تم سے جدا ہو گئی۔

(ابو داؤد تفریع أبواب الطلاق، باب نَسْخِ الْمُرَاجَعَةِ بَعْدَ التَّطْلِيقَاتِ الثَّلَاثِ)

۲- حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دیدی، حضرت ابن عباس نے کہا: تمہارے لئے کافی تھا کہ تین طلاق دیدیتے اور بقیہ نو سو ستانوے ترک کر دیتے۔ (دار قطنی: ۱۲/۴)

۳- مدینہ میں ایک مسخرے آدمی نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دیدی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس استفتاء آیا، تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، اس آدمی نے کہا نہیں، میری نیت طلاق کی نہیں تھی میں تو مذاق کر رہا تھا، حضرت عمر نے اس کو کوڑے لگائے اور کہا کہ تین طلاق دینا کافی تھا۔

(عبد الرزاق فی "المصنف" ۱۱۳۴۰، والبیہقی: ۳۳۴/۷)

۴- ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دی ہے، آپ نے فرمایا: تین طلاق نے بیوی کو تم پر حرام کر دیا۔ یعنی بقیہ نو سو ستانوے لغو ہو گئیں۔ (بیہقی: ۳۳۵/۷)

۵- محمد بن ایاس کہتے ہیں کہ: ابن عباس، ابو ہریرہ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم تینوں سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو قبل الدخول طلاق دے دی، تینوں نے کہا: عورت اس کے لیے حلال نہیں ہے جب تک کہ دوسرے شوہر سے شادی نہ کر لے (ابو داؤد: ۲۱۹۹)

بیہقی کی روایت میں یہ زیادتی ہے کہ ابن عباس اور ابو ہریرہ نے اس آدمی کی مذمت نہیں کی کہ اس نے تین طلاق کیوں دی اور نہ ہی عبد اللہ بن عمرو نے یہ کہا کہ

تین طلاق دے کر تم نے بہت برا کام کیا۔(اخرجہ البیہقی: ۳۳۰/۷)

۶- حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی تماضر بنت الاصبغ کو کلمہ واحدۃ (ایک مجلس میں) تین طلاق دیدی، عبدالرحمن کے شاگرد ابو سلمہ کہتے ہیں کہ کسی روایت سے ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کسی صحابی رسول نے آپ پر نکیر کی ہے۔(دار قطنی: ۱۲/۴)

۷۔ مسلمہ بن جعفر احمسی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ جعفر بن محمد سے پوچھا کہ: بعض حضرات کہتے ہیں کہ جس نے نادانی میں بیوی کو طلاق دے دی تو اس کو سنت کی طرف لوٹایا جائے گا، یعنی ایک طلاق واقع ہو گی۔ جعفر بن محمد نے کہا: اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، ہم نے اس طرح کی بات نہیں کہی ہے بلکہ جس نے تین طلاق دی تو اس کے قول کا اعتبار ہو گا۔ یعنی تین طلاق واقع ہو گی۔(اخرجہ الامام البیہقی: ۳۴۰/۷)

طلاق ثلاثہ کے ان ناقابل تردید حقائق و شواہد کے باوجود، ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ماننے پر اصرار کے پس پردہ نفسانی خواہشات کی پیروی کے علاوہ اور کون جذبہ ہو سکتا ہے۔

دانشور حضرات واقعی مسلمانوں کے ہمدرد ہوتے ہیں اور اسلام کی حقیقت پر دل سے ایمان رکھتے تو طلاق ثلاثہ کو ختم کرنے کا مطالبہ کرنے کے بجائے مسلمانوں میں دینی بیداری پیدا کرنے کی تحریک چلائیں تا کہ تین طلاق دینا اگرچہ جائز ہے لیکن اسلام نے اس حرکت کو مبغوض ترین عمل قرار دیا، اس جائز پر عمل نہ کرنا ہی افضل ہے کسی ایسے عمل کے جواز سے جس کی قباحت بھی واضح انداز میں بیان کر دی گئی ہے

بچنا اصل امتحان اور دینی بیداری کا ثبوت ہے، مگر جدید ذہن کے دانشوروں کو تو اسلام میں تحریف کرنے کا اتنا ارمان ہے کہ وہ کسی طرح سے بھی اسلام کو جدید نصرانیت سے ہم آہنگ کرنے کے مشتاق ہیں ان کو اسلام کی کاملیت اور جامعیت پر فخر نہیں بلکہ مغربیت کی نقالی کرنے اور اسلامی قوانین پر اعتراض کر کے اپنے آپ کو روشن خیال مسلمان ثابت کرنے کا جنون ہے۔

نام نہاد نفس پرست مفکرین سے گزارش ہے کہ اپنا کوئی نیا راستہ ہی اختیار کر لیں نہ مسلمانوں کو آپ کے مشوروں کی کوئی ضرورت ہے نہ اسلام کو آپ کی حاجت ہے، زبان پر مسلمانوں سے ہمدردی اور دل میں لیڈر شپ اور اقتدار کی ہوس۔ یہ زر خرید ذہن والے صرف اخبار کی سرخیوں میں رہنے اور ملت کے نام پر فتنہ انگیزی میں مشغول رہنے کے شوقین ہیں۔ بہر حال یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ایسے افراد ہر دور میں گذرے ہیں۔

جہاں تک عورت کو حق طلاق دینے کی بات ہے تو اسلام نے کب منع کیا ہے، اگر آپ واقعی اتنے حساس ہیں تو اپنی بیوی کو حق طلاق تفویض کر دیجئے اپنے بچوں کو حکم دیں کہ وہ نکاح کرتے وقت اپنی بیوی کو طلاق دینے کا اختیار سونپ دیں۔ پھر عورت کی بالادستی کا یورپی منظر اپنے گھروں میں عملاً دیکھیں۔

رہ گئی یہ بات کہ علماء کرام قانون بنا کر عورتوں کو اسلام کی طرف سے طلاق دینے کا ویسا ہی حق دیدیں جیسا کہ یورپ میں یہ کورٹ میرج میں مرد و عورت دونوں کو ایک دوسرے کو طلاق دینے کا حق ہوتا ہے، تو اسلام بہر صورت ایسا حق عورتوں کو

نہیں دے سکتا وہ مردوں کو قوام کہتا ہے تو اس کے بعد عورتوں کو قوام بنانا خلاف فطرت بھی ہے اور خلاف عقل بھی ہے۔پہلے یہ دانشوران قوم مرد و عورت کی تخلیقی حقیقت ،مزاج وطبیعت کو سنجید گی سے مطالعہ و تحقیق کے ذریعہ جانیں پھر اس موضوع پر لب کشائی کریں۔

الفاظ کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں

(۱)طلاق صریح (۲)طلاق کنایہ

طلاق صریح سے مراد وہ طلاق ہے جس میں ایسے الفاظ کے ذریعے طلاق دی جائے جو طلاق کے لئے با لکل واضح ہوں اوران کے بولنے کے بعد یہ جاننے کی ضرورت نہ رہے کہ شوہر نے یہ لفظ بولتے ہوئے طلاق کی نیت کی تھی یا نہیں۔جیسے: عربی کا لفظ طلاق، اردو کا جملہ 'تجھے طلاق ہے' اور انگریزی کا لفظ Divorce وغیرہ طلاق کے لیے صریح الفاظ ہیں۔انہیں بولتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی خواہ بیوی کو مذاق میں بولے جائیں یا سنجید گی سے بولے گئے ہوں۔ذیل میں چند مثالیں درج ہیں:

طلاق اور الفاظ صریحہ

(۱)میں نے تجھے طلاق دی(۲) تجھے طلاق ہے(۳) تو مطلقہ ہے(۴)تو طالق ہے(۵)میں تجھے طلاق دیتا ہوں(۶) اے مطلقہ !ان سب الفاظ کا حکم یہ ہے کہ ایک طلاق رجعی واقع ہو گی اگرچہ کچھ نیت نہ کی ہو یا بائن کی نیت کی یا ایک سے زیادہ کی نیت ہو۔یا کہے میں نہیں جانتا تھا کہ طلاق کیا چیز ہے مگر اس صورت میں کہ وہ طلاق کو نہ جانتا تھا دیانۃً واقع نہ ہو گی۔

(۷)طلاغ(۸)تلاغ(۹)طلاک(۱۰)تلاک(۱۱)تلاکھ(۱۲)تلّاکھ(۱۳)تلاخ(۱۴) تلاح(۱۵)تلاق(۱۶)طلاق بلکہ توتلے کی زبان سے(۱۷)تلات، یہ سب صریح کے الفاظ ہیں، ان سب سے ایک طلاق رجعی ہوگی اگرچہ نیت نہ ہو یانیت کچھ اور ہو۔ (۱۸)ط ل ا ق(۱۹)طا لام الف قاف کہااور نیت طلاق ہو تو ایک رجعی ہوگی۔اردو میں یہ لفظ(۲۰)میں نے تجھے چھوڑا، صریح ہے اس سے ایک رجعی ہوگی، کچھ نیت ہو یا نہ ہو۔(ماخوذ از بہار شریعت، جلد دوم، حصہ ۸، ص:۱۱۸تا۱۲۶)

عورت سے کہااے مطلّقہ!(۲۱) اے طلاق دی گئی(۲۲)اے طلاقن(۲۳) اے طلاق شدہ(۲۴) اے طلاق یافتہ(۲۵) اے طلاق کردہ۔تو طلاق ہوگئی اگرچہ کہے میرامقصود گالی دینا تھاطلاق دینانہ تھا۔عورت سے کہا تجھے طلاق دیتاہوں یا کہا(۲۶) تو مطلقہ ہو جاتو طلاق ہوگئی، مگر یہ لفظ کہ طلاق دیتاہوں یا چھوڑتاہوں اس کے یہ معنٰی لیے کہ طلاق دیناچاہتاہوں تو دیانۃً نہ ہوگی قضاءہو جائے گی۔اوراگر یہ لفظ کہا کہ چھوڑے دیتاہوں تو طلاق نہ ہوئی کہ یہ لفظ قصد وارادہ کے لیے ہے۔(ایضا)

(۲۷) طلاق لے جا(۲۸) جا تجھ پر طلاق۔ان سب میں ایک طلاق رجعی ہوگی اور اگر فقط جا، بہ نیت طلاق کہتاتو بائن ہوتی۔

(۲۹)تجھے مسلمانوں کے چاروں مذہب یا(۳۰) مسلمانوں کے تمام مذہب پر طلاق یا(۳۱)تجھے یہود ونصارٰی کے مذہب پر طلاق اس سے ایک طلاق رجعی ہوگی۔ یوہیں اگر کہا(۳۲)جاتجھے طلاق ہے یایہودیوں کو حلال اور مجھ پر حرام ہو تو رجعی ہوگی یعنی جب کہ اس لفظ سے(کہ مجھ پر حرام ہو)طلاق کی نیت نہ کی ہو ورنہ دو۲ بائن

واقع ہوں گی۔(ایضا)

عورت کی نسبت کہا(۳۳)اُسے اُس کی طلاق کی خبر دے یا(۳۴) طلاق کی خوشی سُنادے یا(۳۵) اُس کی طلاق کی خبر اُس کے پاس لے جا، یا(۳۶) اُسے لکھ بھیج، یا(۳۷) اُس سے کہہ کہ وہ مطلقہ ہے یا(۳۸) اُس کے لیے اُس کی طلاق کی سند یا یادداشت لکھ دے تو طلاق ابھی پڑگئی اگرچہ نہ اُس نے اُس سے کہا نہ لکھا اور اگر یوں کہا(۳۹) اُس سے کہہ کہ تو مطلقہ ہے یا(۴۰) اُسے طلاق دے آ جب جاکر کہے گا طلاق ہوگی ورنہ نہیں (۴۱) اے مطلقہ (بسکون طا)(۴۲)میں نے تیری طلاق چھوڑدی (۴۳) میں نے تیری طلاق روانہ کردی (۴۴) میں نے تیری طلاق کا راستہ چھوڑدیا(۴۵) میں نے تیری طلاق تجھے ہبہ کردی (۴۶)میں نے تیری طلاق چاہی(۴۷) تیرے لیے طلاق ہے(۴۸) اللہ (عزوجل) نے تیری طلاق چاہی (۴۹) اللہ (عزوجل) نے تیری طلاق مقدر کردی، اِن سب الفاظ سے اگر نیت طلاق ہو رجعی واقع ہوگی۔(ایضا)

اپنی عورت سے کہا(۵۰) تو مجھ پر حرام ہے تو ایک بائن طلاق ہوگی اگرچہ نیت نہ کی ہو اور اگر وہ اُس کی عورت نہ ہو تو یمین ہے حانث ہونے پر کفارہ واجب ہے۔ یوں ہی اگر یہ کہا(۵۱) میں تجھ پر حرام ہوں اور طلاق کی نیت کی تو واقع ہوگی اور اگر صرف یہ کہا کہ میں حرام ہوں تو واقع نہ ہوگی۔(ایضا)

اگر کہا تجھے خدا طلاق دے تو واقع نہ ہوگی اور یوں کہا کہ (۵۲) تجھے خدا نے طلاق دی تو ہوگئی۔ اگر کہا تجھے طاق تو واقع نہ ہوگی، اگرچہ طلاق کی نیت ہو۔ اگر کہا(۵۳) تجھے

طلاق ہے یہاں سے ملک شام تک تو ایک رجعی ہو گی۔ ہاں اگر یوں کہا (۵۴) اتنی بڑی یا اتنی لمبی کہ یہاں سے ملک شام تک تو بائن ہو گی۔ (ایضا)

اگر کہا (۵۵) تجھے مکہ میں طلاق ہے یا (۵۶) گھر میں یا (۵۷) سایہ میں یا (۵۹) دھوپ میں تو فوراً پڑ جائے گی، یہ نہیں کہ مکہ کو جائے جب پڑے ہاں اگر یہ کہے میرا مطلب یہ تھا کہ جب مکہ کو جائے طلاق ہے تو دیانۃً یہ قول معتبر ہے قضاءً نہیں اور اگر کہا تجھے قیامت کے دن طلاق ہے تو کچھ نہیں بلکہ یہ کلام لغو ہے اور اگر کہا (۶۰) قیامت سے پہلے تو ابھی پڑ جائے گی۔ (ایضا)

اگر کہا (۶۱) تجھے کل طلاق ہے تو دوسرے دن صبح چمکتے ہی طلاق ہو جائے گی۔ یوہیں اگر کہا (۶۲) شعبان میں طلاق ہے تو جس دن رجب کا مہینہ ختم ہو گا، اُس دن آفتاب ڈوبتے ہی طلاق ہو گی۔ (ایضا)

(۶۳) اُنگلیوں سے اشارہ کر کے کہا تجھے اتنی طلاقیں تو ایک دو تین جتنی اُنگلیوں سے اشارہ کیا اُتنی طلاقیں ہوئیں یعنی جتنی اُنگلیاں اشارہ کے وقت کھُلی ہوں اُن کا اعتبار ہے بند کا اعتبار نہیں اور اگر وہ کہتا ہے میری مراد بند اُنگلیاں یا ہتھیلی تھی تو یہ قول دیانۃً معتبر ہو گا، قضاء معتبر نہیں۔ اور (۶۴) اگر تین اُنگلیوں سے اشارہ کر کے کہا تجھے اس کی مثل طلاق اور نیت تین کی ہو تو تین ورنہ ایک بائن اور (۶۵) اگر اشارہ کر کے کہا تجھے اتنی اور نیت طلاق ہے اور لفظ طلاق نہ بولا جب بھی طلاق ہو جائے گی۔ (ایضا)

طلاق کے ساتھ کوئی صفت ذکر کی جس سے شدت سمجھی جائے تو بائن ہو گی مثلاً

(٦٦) بائن یا(٦٧) (٦٨) فحش طلاق (٦٩)طلاقِ شیطان(٧٠) طلاق بدعت (٧١)بد تر طلاق(٧٢) پہاڑ برابر (٧٣) ہزار کی مثل (٧٤) ایسی کہ گھر بھر جائے۔(٧٥) سخت (٧٦) لمبی (٧٧) چوڑی (٧٨) سب سے گندی(٧٩) سب سے بڑی(٨٠) سب سے چوڑی(٨١) سب سے موٹی پھر اگر تین کی نیت کی تو تین ہوں گی ورنہ ایک ہو گی۔(ایضا)

کہا(٨٢) تجھے ہزاروں طلاق یا(٨٣)چند بار طلاق تو تین واقع ہوں گی اور اگر کہا (٨٤) تجھے طلاق نہ کم نہ زیادہ تو ظاہر الروایۃ میں تین ہوں گی اور اگر کہا(٨٥) کمتر طلاق تو ایک رجعی ہو گی۔اگر کہا(٨٦) تجھے طلاق ہے پوری طلاق تو ایک ہو گی اور کہا کہ (٨٧) کل طلاقیں تو تین۔(ایضا)

اگر طلاق کے عدد میں وہ چیز ذکر کی جس میں تعدد نہ ہو جیسے کہا(٨٨) بعدد خاک یا معلوم نہ ہو کہ اس میں تعدد ہے یا نہیں مثلاً کہا(٨٩) ابلیس کے بال کی گنتی برابر تو دونوں صورتوں میں ایک واقع ہو گی اور ان دونوں مثالوں میں وہ بائن ہو گی۔اور اگر معلوم ہے کہ اُس میں تعدد ہے تو اُس کی تعداد کے موافق ہو گی مگر تعداد تین سے زیادہ ہو تو تین ہی ہوں گی باقی لغو مثلاً کہا(٩٠) اتنی جتنے میری پنڈلی یا کلائی میں بال ہیں یا اُتنی جتنی اس تالاب میں مچھلیاں ہیں اور اگر تالاب میں کوئی مچھلی نہ ہو۔(ایضا)

طلاق کنایہ ایسے الفاظ کے ذریعے دی گئی طلاق کو کہا جاتا ہے جو طلاق کے مفہوم میں واضح نہ ہوں' البتہ اگر شوہر ان الفاظ کو بولتے ہوئے طلاق کی نیت کر لے تو طلاق

واقع ہو جائے' جیسے : توں آزاد ہے، توں فارغ ہے وغیرہ۔ کنایہ الفاظ سے طلاق کا فیصلہ کرنے کے لیے بولنے والے کی نیت یا قرینہ (صورتحال) معلوم کرنا ضروری ہے۔ اگر کنایہ کا لفظ طلاق کی نیت سے بولا گیا ہو یا طلاق کا قرینہ پایا جائے تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔ ذیل میں چند مثالیں درج ہیں

کنایہ کے بعض الفاظ

(۱) جا (۲) نکل (۳) چل (۴) روانہ ہو (۵) گھر خالی کر (۶) دُور ہو (۷) تو مجھ سے جُدا ہے (۸) میں نے تجھے بے قید کیا (۹) میں نے تجھ سے مفارقت کی (۱۰) رستہ ناپ (۱۱) اپنی راہ لے (۱۲) کالا مونہہ کر (۱۳) چلتی بن (۱۴) دفع ہو (۱۵) دال فے عین ہو (۱۶) رفو چکر ہو (۱۷) بستر اُٹھا (۱۸) اپنی گٹھری باندھ (۱۹) تشریف لے جایئے (۲۰) تشریف کا ٹوکرا لے جایئے (۲۱) بہت ہو چکی اب مہربانی فرمایئے (۲۲) جہنم میں جا (۲۳) بھاڑ میں جا (۲۴) میرے پاس سے چل (۲۵) تو مجھ پر مثل مردار (۲۶) شراب کے ہے۔ (نہ مثل بنگ۔ یا افیون یا مال فلاں یا زوجہ ٔفلاں کے) (۲۷) تو مثل میری ماں یا بہن یا بیٹی کے ہے (اور یوں کہا کہ تو ماں بہن بیٹی ہے تو گناہ کے سوا کچھ نہیں (۲۸) ہر حلال مجھ پر حرام (۲۹) تو میرے ساتھ حرام میں ہے (۳۰) میں تجھ سے باز آیا (۳۱) تو میرے کام کی نہیں (۳۲) میرے مصرف کی نہیں (۳۳) مجھے تجھ پر کوئی راہ نہیں (۳۴) کچھ قابو نہیں (۳۵ میں نے تیری راہ خالی کر دی (۳۶) تو میری ملک سے نکل گئی (۳۷) میں نے تجھ سے خلع کیا (۳۸) اپنے میکے بیٹھ (۳۹) تیری رسّی چھوڑ دی (۴۰) تیری لگام اُتار لی (۴۱) مجھے تجھ پر کچھ اختیار (۴۲) میرا

تجھ پر کچھ دعویٰ نہیں(۴۳) خاوند تلاش کر (۴۴) میں نے تجھے جُدا کر دیا(۴۵) میں نے تجھ سے جُدائی کی (۴۶) تو خود مختار ہے(۴۷) تو آزاد ہے(۴۸) مجھ میں تجھ میں نکاح نہیں(۴۹) مجھ میں تجھ میں کچھ معاملہ نہ رہا یا نہیں(۵۰) مجھ سے دُور ہو(۵۱) مجھے صورت نہ دکھا(۵۲) کنارے ہو(۵۳) تو نے مجھ سے نجات پائی(۵۴) جس سے چاہے نکاح کر لے(۵۵) تو مجھ سے ایسی دور ہے جیسے مکہ معظمہ مدینہ طیّبہ سے یا دلّی لکھنؤ سے۔ (بہار شریعت، ج:۲، حصہ ۸، ص:۱۳۱تا۱۳۲)

سعد و نحس کا اسلامی تصور

اسلام ایک صداقتوں اور سچائیوں پر مشتمل پاکیزہ مذہب ہے جو توہمات و خرافات اور تخیلات و تصورات کی دنیا سے بالکل ماوراء ہے۔ مذہب اسلام میں بد شگونی، بدگمانی اور اوہام پرستی کی کوئی جگہ نہیں جس کی وجہ سے سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان واعتقاد میں نقص پیدا ہو جائے اور وہ ایمان جیسی لازوال نعمت سے محروم ہو کر اخروی خسران میں مبتلا ہو جائیں بلکہ وہ تو اپنے معتقدین اور ماننے والوں کو "توکل علی اللہ" کا درس اور "مرضی مولا از ہمہ اولیٰ" کا سبق دیتا ہے۔ نیز اسی ذات مقدسہ پر یقین کامل اور اعتماد کلی کی تعلیم فراہم کرتا ہے جس کے قبضۂ قدرت میں شر و خیر کی کنجیاں ہیں، وہ ایسے قادر مطلق پر کامل بھروسہ کرنے کی تلقین کرتا ہے جو اپنی مشیت اور ارادے سے ہر کام کو سرانجام دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: " اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ " اگرچہ وہ فعل انسانی عقل و خرد سے بالاتر ہو اور فہم انسانی اس کے سمجھنے سے قاصر ہو۔

تقریبات کے لیے جنتری سے تاریخ متعین کرنے کی غلط فہمیاں

یوں تو آج مسلمانوں کے افکار و نظریات کے اندر متعدد غلط روایات ورسومات اپنا آشیانہ قائم کیے ہوئے ہیں جن کی ادائیگی ان کے باطل نظریات کے نزدیک واجب کے مانند ہے اور نہ کرنے پر نقصان وزیاں کا پیش خیمہ، انہیں میں سے ایک وبا "سعد" اور "نحس" کا ہے جن کا چلن اور رواج اس قدر عام ہو گیا ہے کہ جلسے کا پروگرام ہو یا شادی کی تقریبات، ختنہ مسنونہ ہو یا گھر کی سنگ بنیاد ہر موڑ اور ہر نہج پر "سعد ونحس" کو بروئے کار لایا جاتا ہے اور اسی کے مطابق تاریخ کی تعیین ہوتی ہے۔

جنتری میں جن ایام کے آگے "سعد" مکتوب ہو اسے مبارک اور پاکیزہ اور جن ایام کے آگے "نحس" مرقوم ہو اسے منحوس اور باعث ضرر سمجھا جاتا ہے پھر "سعد" کے دنوں میں تقریب منعقد کی جاتی ہے اور "نحس" کے دنوں کو منحوس سمجھ کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

لیکن افسوس صد افسوس! کہ ہم اپنے دلوں میں توکل علی اللہ کی قندیل اور محبت رسول کا چراغ روشن ہونے کے باوجود بھی اس مسئلے میں فرمانِ خداوندی اور ارشاد نبوی کو فراموش کر کے اوہام باطلہ اور خیالات فاسدہ کی پیروی کی اور شیطانی وسوسوں کا شکار ہوئے۔

کیا ہم نے آج تک یہ سمجھنے کی کوشش کی کہ اس کا اسلامی تصور کیا ہے؟ دنیائے اسلام میں اس کا کوئی ثبوت ہے؟ اسلامی تعلیمات کی رو سے اس کی سچائی کیا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں کیوں کہ ہمیں اس کے لیے فرصت کہاں؟ ہمیں تو اپنے آباواجداد کے رسموں کو باقی رکھنا ہے۔ ہمیں تو ان کی خوشی پیاری ہے۔ میرے بھائی! یاد رکھیں سعد و نحس کا

اسلام میں کوئی حیثیت اور وقعت نہیں نیز مذہب مہذب کا اس سے دور تک کوئی رشتہ ہے کیوں کہ یہ اسلامی عقائد و نظریات کے خلاف ہے اور باعث نقصِ ایمان بھی۔

ذیل میں چند آیات کریمہ واحادیث مبارکہ کا مطالعہ کرتے ہیں جن سے ان کی حقانیت خوب آشکارہ ہو جائے گی اور کم خواندہ لوگوں کے لیے باعث رشد و ہدایت۔

دنوں کو سعد و نحس ماننا یہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ نہیں بلکہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ جو بھی نفع و نقصان ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ چناں چہ ارشاد ربانی ہے: " وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ" (یونس:۱۰۷)

" اور اگر تجھے اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں اس کے سوا، اور اگر تیرا بھلا چاہے تو اس کے فضل کا رد کرنے والا کوئی نہیں"۔ (کنزالایمان)

دوسری جگہ اللہ نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ (الحج: ۱۸)

اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ۔ (مائدۃ:۱)

بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہے کرے۔ بے اللہ حکم فرماتا ہے جو چاہے (کنزالایمان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر ساری امت والے اس بات پر اتفاق کرلیں کہ تجھے کچھ فائدہ دینا ہے، تو وہ سب مل کر تجھے کوئی فائدہ نہ دے سکیں گے مگر اتنا ہی جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے۔ اور اگر وہ سب اس بات پر اتفاق کرلیں کہ تیرا کچھ نقصان کرنا ہے تو وہ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے مگر اتنا ہی جو اللہ نے تیرے خلاف لکھ دیا ہے، قلمیں اٹھالی گئی ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔

"(سنن ترمذی، ابواب القیامۃ، ۲/۷۳ مجلس برکات)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "(بیماری کا) کوئی متعدی ہونا نہیں، کوئی بدفالی نہیں، کوئی اُلو نہیں اور نہ کوئی صفر ہے" (صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الجذام، ۲/۸۵۷ مجلس برکات)

روئے زمین پر جو بھی مصیبت آتی ہے، خواہ انسان کی جان ومال پر ہو یا کسی اور چیز پر، ان سب کو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی لکھ دیا ہے، اس کا وقت متعین ہے اور وہ ہو کر رہے گا۔

رب تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: " مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَاؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ. لِّكَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا تَفْرَحُوْا بِمَاۤ اٰتٰىكُمْ ۔(حدید: ۲۲، ۲۳)

نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں ہے قبل اس کے کہ ہم اسے پیدا کریں بے شک یہ اللہ کو آسان ہے، اس لیے غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو (کنزالایمان)

دوسری بات یہ کہ جو جیسا گمان کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی ویسا ہی کر دیتا ہے، حدیث قدسی ہے: اِنَّ ظَنَّ خَیْرًا فَلَهٗ اِنَّ ظَنَّ شَرًّا فَلَهٗ " (کنزالعمال، ۳/۱۳۵ موسسۃ الرسالہ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں جو خیر کا گمان رکھے گا اس کے لیے خیر ہے جو شر کا گمان رکھے گا اس کے لیے شر ہے، اس لیے بندے کو ہمیشہ بھلائی اور خیر ہی سوچنا چاہئے اور اللہ سے خیر و سلامتی کی دعا کرنی چاہیے نیز اللہ کی

رحمت سے نا امید نہیں ہونا چاہیے. ارشادِ ربانی ہے:" لا تقنطوا من رحمة الله"(الزمر:۵۳) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

تیسری بات یہ کہ اللہ نے کسی بھی دن کو برا اور بھلا نہیں بنایا بلکہ یہ ہمارے افکار و نظریات کا ثمرہ ہے کہ جن ایام میں ہمیں کوئی نعمت ملی ہم نے انہیں "سعد" کہہ ڈالا اور جن ایام میں نقصان و ضرر ہوا انہیں "نحس" کہہ ڈالا، اور یہ شریعت نہیں بلکہ ہمارے اوہام باطلہ ہیں۔ خلاصہ یہ کہ سعد و نحس پر عمل کرنا شرعاً ناجائز و گناہ ہے اور ان کا اعتقاد رکھنا کفر ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

" امور غیب پر احکام لگانا ،سعد و نحس کے خرخشے اڑانا ،زائچہ کی راہ پر چلنا چلانا، اوتاد اربع، طالع رابع، عاشر، سابع پر نظر رکھنا، زائلہ مائلہ کو جانچنا پرکھنا، شرعاً ہجر ہے اور اعتقاد کے ساتھ ہو تو قطعاً کفر ہے۔"(کتاب الصوم،: ۸/۲۳۳،)

اگر کوئی سنی سعد و نحس کا عامل ہو مگر اعتقاد نہ رکھتا ہو تو گنہگار ہے، مستحق عذاب نار ہے. لیکن اعتقاد رکھتا ہو تو کافر ہے اس پر تجدید ایمان و نکاح اور مرید ہو تو تجدید ارادت ضروری ہے۔

اسلام اور حقوق نسواں

تاریخ گواہ ہے کہ ایک عرصۂ دراز سے عورت مظلوم چلی آرہی تھی۔ یونان، مصر، عراق اور چین میں غرض کہ ہر قوم میں ہر خطہ میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں عورتوں پر ظلم کے پہاڑ نہ ٹوٹے ہوں۔ لوگ اسے اپنے عیش و عشرت کی غرض سے خرید و فروخت کرتے ان کے ساتھ حیوانوں سے بھی بُرا سلوک کیا جاتا تھا حتی کہ اہلِ

عرب عورت کے وجود کو موجبِ عار سمجھتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے۔

ہندوستان میں شوہر کی چتا پر اس کی بیوہ کو جلایا جاتا تھا، واہیانہ مذاہب عورت کو گناہ کا سرچشمہ اور معصیت کا دروازہ اور پاپ کا مجسمہ سمجھتے تھے اس سے تعلق رکھنا روحانی ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے تھے، دنیا کے زیادہ تر تہذیبوں میں اس کی سماجی حیثیت نہیں تھی، اسے حقیر وذلیل نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا اس کے معاشی وسیاسی حقوق نہیں تھے، وہ آزادانہ طریقے سے کوئی لین دین نہیں کر سکتی تھی۔ وہ باپ کی پھر شوہر کی اور اس کے بعد اولادِ نرینہ کی تابع اور محکوم تھی۔ اس کی کوئی اپنی مرضی نہیں تھی اور نہ ہی اسے کسی پر کوئی اقتدار حاصل تھا یہاں تک کہ اسے فریاد کرنے کا بھی حق حاصل نہیں تھا۔

اس میں کوئی شک بھی نہیں کہ بعض مرتبہ عورت کے ہاتھ میں زمام اقتدار بھی رہا ہے اور اس کے اشارے پر حکومت وسلطنت گردش کرتی رہی ہے، یوں تو خاندان اور طبقے پر اس کا غلبہ تھا لیکن بعض مسائل میں مرد پر بھی ایک عورت کو بالادستی حاصل رہی، اب بھی ایسے قبائل موجود ہیں، جہاں عورتوں کا بول بالا ہے لیکن ایک عورت کی حیثیت سے ان کے حالات میں زیادہ فرق نہیں آیا، ان کے حقوق پر دست درازی جاری ہی رہی اور وہ مظلوم کی مظلوم ہی رہی۔

لیکن اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے عورت پر احسان عظیم کیا اور اس کو ذلت وپستی کے گڑھوں سے نکالا جب کہ وہ اس کی انتہا کو پہنچ چکی تھی، اس کے وجود کو گوارا

کرنے سے بھی انکار کیا جارہا تھا تو نبی کریم ﷺ رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے اور آپ نے پوری انسانیت کو اس آگ کی لپیٹ سے بچایا اور عورت کو بھی اس گڑھے سے نکالا۔ اور اس زندہ دفن کرنے والی عورت کو بے پناہ حقوق عطا فرمائے اور قومی وملی زندگی میں عورتوں کی کیا اہمیت ہے، اس کو سامنے رکھ کر اس کی فطرت کے مطابق اس کو ذمہ داریاں سونپیں۔

مغربی تہذیب بھی عورت کو کچھ حقوق دیتی ہے مگر عورت کی حیثیت سے نہیں بلکہ یہ اس وقت اس کو عزت دیتی ہے جب وہ ایک مصنوعی مرد بن کر ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے پر تیار ہو جائے۔ مگر نبی کریم ﷺ کا لایا ہوا دین عورت کی حیثیت سے ہی اسے ساری عزتیں اور حقوق دیتا ہے اور وہی ذمہ داریاں اس پر عائد کی جو خود فطرت نے اس کے سپرد کی ہے۔

عام طور پر کمزور کو اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے کافی محنت وکوشش کرنی پڑتی ہے تب کہیں جا کر ان کو ان کے جائز حقوق ملتے ہیں، ورنہ تصور بھی نہیں کیا جاتا۔

یہ حقوق اسلام نے اس لیے نہیں دیے کہ عورت اس کا مطالبہ کر رہی تھی بلکہ اس لیے کہ یہ عورت کے فطری حقوق تھے اور اسے ملنا ہی چاہیے تھا۔ اسلام نے عورت کا جو مقام ومرتبہ معاشرے میں متعین کیا، وہ جدید وقدیم کی بے ہودہ روایتوں سے پاک ہے نہ تو عورت کو گناہ کا پُتلا بنا کر مظلوم بنانے کی اجازت ہے اور نہ ہی اسے یورپ کی سی آزادی حاصل ہے۔

یہاں پر ان حقوق کا ذکر کیا جاتا ہے جو اسلام نے عورت کو دیے بلکہ ترغیب وترہیب

کے ذریعہ اسے ادا کرنے کا حکم بھی صادر کیا۔

عورتوں کو زندہ رکھنے کا حق

عورت کا جو حال عرب میں تھا وہی پوری دنیا میں تھا عرب کے بعض قبائل لڑکیوں کو دفن کردیتے تھے۔ قرآن مجید نے اس پر سخت تہدید کی اور اسے زندہ رہنے کا حق دیا اور کہا کہ جو شخص اس کے حق سے روگردانی کرے گا قیامت کے دن خدا کو اس کا جواب دینا ہوگا۔ فرمایا: وإذا الموؤدةُ سُئِلَتْ. بأيِ ذنبٍ قُتِلَتْ (التکویر: ۸۔۹) اس وقت کو یاد کرو جب کہ اس لڑکی سے پوچھا جائے گا جسے زندہ دفن کیا گیا تھا کہ کس جرم میں اسے مارا گیا؟۔

ایک طرف ان معصوم کے ساتھ کی گئی ظلم وزیادتی پر جہنم کی وعید سنائی گئی تو دوسری طرف ان لوگوں کو جنت کی بشارت دی گئی ۔جن کا دامن اس ظلم سے پاک ہو اور لڑکیوں کے ساتھ وہی برتاؤ کریں جو لڑکوں کے ساتھ کرتے ہیں اور دونوں میں کوئی فرق نہ کریں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کی لڑکی ہو وہ نہ تو اسے زندہ درگور کرے اور نہ اس کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کرے اور نہ اس پر اپنے لڑکے کو ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (ابوداؤد، باب فضل من عال یتامی)

عورت بحیثیتِ انسان

اسلام نے عورت پر سب سے پہلا احسان یہ کیا کہ عورت کی شخصیت کے بارے میں مرد وعورت دونوں کی سوچ اور ذہنیت کو بدلا۔ انسان کے دل ودماغ میں عورت کا جو

مقام ومرتبہ اور وقار ہے اس کو متعین کیا۔ اس کی سماجی، تمدنی، اور معاشی حقوق کا فرض ادا کیا۔ قرآن میں ارشاد ربانی ہے: خلقکم من نفسٍ واحدةٍ وخَلَقَ منها زوجها (النساء: ۱)

اللہ نے تمہیں ایک انسان (حضرت آدم) سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو بنایا۔

اس بناپر انسان ہونے میں مرد وعورت سب برابر ہیں۔ یہاں پر مرد کے لیے اس کی مردانگی قابل فخر نہیں ہے اور نہ عورت کے لیے اس کی نسوانیت باعثِ عار۔ یہاں مرد اور عورت دونوں انسان پر منحصر ہیں اور انسان کی حیثیت سے اپنی خلقت اور صفات کے لحاظ سے فطرت کا عظیم شاہکار ہے۔ جو اپنی خوبیوں اور خصوصیات کے اعتبار سے ساری کائنات کی محترم بزرگ ترین ہستی ہے۔ قرآن میں اشاد ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا (سورہ بنی اسرائیل: ۷۰)

ہم نے بنی آدم کو بزرگی وفضیلت بخشی اور انہیں خشکی اور تری کے لیے سواری دی۔ انہیں پاک چیزوں کا رزق بخشا اور اپنی مخلوقات میں سے بہت سی چیزوں پر انہیں فضیلت دی۔

اور سورہ التین میں فرمایا: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (التین: ۴) ہم نے انسان کو بہترین شکل وصورت میں پیدا کیا۔ چنانچہ آدم کو جملہ مخلوقات پر فضیلت بخشی گئی اور انسان ہونے کی حیثیت سے جو سرفرازی عطا کی گئی اس میں عورت برابر کی حصے دار ہے۔

عورتوں کی تعلیم کا حق

انسان کی ترقی کا دارومدار علم پر ہے کوئی بھی شخص یا قوم بغیر علم کے زندگی کی تگ ودو میں پیچھے رہ جاتا ہے۔اور اپنی کند ذہنی کی وجہ سے زندگی کے مراحل میں زیادہ آگے نہیں سوچ سکتا اور نہ ہی مادی ترقی کا کوئی امکان نظر آتا ہے لیکن اس کے باوجود تاریخ کا ایک طویل عرصہ ایسا گزرا ہے جس میں عورت کے لیے علم کی ضرورت واہمیت کو نظر انداز کیا گیا اور اس کی ضرورت صرف مردوں کے لیے سمجھی گئی اور ان میں بھی جو خاص طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں صرف وہی علم حاصل کرتے تھے اور عورت علم سے بہت دور جہالت کی زندگی بسر کرتی تھی۔

لیکن اسلام نے علم کو فرض قرار دیا اور مرد و عورت دونوں کے لیے اس کے دروازے کھولے اور جو بھی اس راہ میں رکاوٹ و پابندیاں تھیں سب کو ختم کر دیا۔اسلام نے لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ دلائی اور اس کی ترغیب دی۔

اسلام مرد و عورت دونوں کو مخاطب کرتا ہے اور اس نے ہر ایک کو عبادت اخلاق و شریعت کا پابند بنایا ہے جو کہ علم کے بغیر ممکن نہیں۔ علم کے بغیر عورت نہ تو اپنے حقوق کی حفاظت کر سکتی ہے اور نہ ہی اپنی ذمہ داریوں کو ادا کر سکتی ہے جو کہ اسلام نے اس پر عائد کی ہے اس لیے مرد کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تعلیم بھی نہایت ضروری ہے۔ جیسا کہ گزشتہ دور میں جس طرح علم مردوں میں پھیلا اسی طرح عورتوں میں بھی عام ہوا۔

صحابہ کے درمیان قرآن وحدیث میں علم رکھنے والی خواتین کافی مقدار میں ملتی ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں مسائل کا استنباط اور فتویٰ دینا بڑا ہی مشکل اور نازک کام

ہے لیکن پھر بھی اس میدان میں عورتیں پیچھے نہیں تھیں؛ بلکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مدِ مقابل تھیں، جن میں کچھ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ مثلاً: حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ، حضرت ام عطیہ، حضرت صفیہ، حضرت ام حبیبہ، اسماء بنت ابو بکر، ام شریک، فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہن وغیرہ نمایاں تھیں۔

معاشرتی میدان

جس طرح دیگر معاشروں نے عورت کو کانٹے کی طرح زندگی کی رہ گزر سے مٹانے کی کوشش کی تو اس کے برعکس اسلامی معاشرہ نے بعض حالتوں میں اسے مردوں سے زیادہ فوقیت اور عزت واحترام عطا کیا ہے۔ وہ ہستی جو عالمِ دنیا کے لیے رحمت بن کر تشریف لائی اس نے اس مظلوم طبقہ کو یہ مژدہ جانفزا سنایا: حُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنیَا النِّسَاءُ والطِّیبُ وَجُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِيْ فِی الصَّلٰوۃِ ”مجھے دنیا کی چیزوں میں سے عورت اور خوشبو پسند ہے اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت سے بیزاری اور نفرت کوئی زہد وتقویٰ کی دلیل نہیں ہے، انسان خدا کا محبوب اس وقت ہو سکتا ہے جب وہ اللہ کی تمام نعمتوں کی قدر کرے جن سے اس نے اپنے بندوں کو نوازا ہے، اس کی نظامت اور جمال کا متمنی ہو اور عورتوں سے صحیح ومناسب طریقے سے پیش آنے والا ہو۔

مغربی ثقافت میں عورتوں کی آزادی کی حقیقت

مغرب میں جو سب سے بڑے دعوے ہیں ان میں سب سے پہلے نمبر پر عورتوں کی آزادی کا نعرہ ہے۔ لفظ آزادی کے معنی بہت وسیع ہیں۔ اس کا اطلاق قید سے رہائی پر بھی ہوتا ہے اور اخلاقیات سے خود کو الگ کر لینے پر بھی ہوتا ہے، کیوں کہ اخلاقیات

بھی ایک طرح کی حد بندی اور پابندی ہے،اس کا اطلاق اس دباؤ سے چھٹکارے پر بھی ہوتا ہے جو سرمایہ دار کی طرف سے استحصال سے عبارت ہوتا ہے اور وہ کم اجرت پر عورت سے کام لیتا ہے،اس کا اطلاق ان قوانین اور ضوابط سے آزادی پر بھی ہوتا ہے جو شوہر کے تعلق سے بیوی پر کچھ فرائض اور ذمہ داریاں عائد کر دیتے ہیں، آزادی کی یہ تمام قسمیں تصور کی جاسکتی ہیں۔ عورت کے سلسلے میں جو یہ نعرے ہیں ان میں بہت سے مطالبات ایسے ہیں جو ایک دوسرے سے متصادم ہیں۔ اس آزادی کا کیا مطلب ہوا؟

بدقسمتی سے مغربی دنیا میں آزادی سے جس چیز کا تصور ذہن میں ابھرتا ہے وہ آزادی کا وہی غلط اور ضرر رساں مفہوم ہے یعنی خاندانی حدود و قیود سے آزادی، مرد کے ہر طرح کے اختیار سے مکمل آزادی، حتی کہ شادی، خاندان کی تشکیل اور بچوں کی پرورش کی ذمہ داری سے بھی آزادی، ان جگہوں پر جہاں عارضی شہوانی ہدف ان چیزوں سے ٹکرانے لگے۔

سراپا جہالت سامراجی واستکباری نظام کی یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ وہ اس خام خیالی میں ہے کہ عورت کی قدر و قیمت کا دار و مدار مردوں کے لئے سجنے سنورنے اور پر کشش لگنے میں ہے کہ گندی نگاہیں اسے دیکھیں، محظوظ ہوں اور اس کی تعریف کریں۔ دنیا میں مغرب کی جانب سے عورت کی آزادی کی جو بساط بچھائی گئی ہے اس کا لب لباب یہ ہے کہ عورت کو مردوں کی نظروں کے سامنے لایا جائے تاکہ ان کی ہوس اور شہوت پرستی کے جذبے کو تسکین ملے۔ مردان سے لذت حاصل کریں اور

عورتیں مردوں کی لذت کا سامان فراہم کریں۔ یہ عورت کی آزادی ہے؟ مغرب کی جاہل وغافل وگمراہ ثقافت میں جو لوگ انسانی حقوق کے دفاع کے دعوے کرتے ہیں وہ درحقیقت عورت کے حق میں سب سے بڑے ظالم ہیں۔

مذہب اسلام عورتوں کے حقوق کا پاسبان

مس پیٹریشیا فاسٹر ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ عیسائی خاتون تھیں۔ وہ نائیجیریا کی وفاقی وزارت میں ایک اہم عہدے پر فائز تھیں۔ غیر شادی شدہ ہونے کے باوجود ضعیفی میں بھی مس کہلاتی تھیں۔ مس پیٹریشا کی اسی وزارت میں ایک مسلم پروفیسر سے ملاقات ہوئی۔

بہر حال وزارت کے انہی دنوں کی بات ہے۔ایک دن مس پیٹریشیا پروفیسر صاحب سے کہنے لگیں، مسٹر پروفیسر! کیا آپ نہیں سمجھتے کہ اسلام ایک متشدد اور خواتین کے بارے میں سخت رویہ رکھنے والا مذہب ہے؟ دراصل مس پیٹریشیا کی اسلام کے بارے میں معلومات ویسی ہی تھیں، جیسی مستشرقین کی بدولت غیر مسلموں کی ہوا کرتی ہیں۔ سو آج موقع پا کر مس پیٹریشیا اپنے ایک ساتھی مسلمان پروفیسر سے اس کی وضاحت چاہ رہی تھیں۔ پروفیسر صاحب نے مس پیٹریشیا کا الزام تحمل سے سنا اور بات کو دلائل سے واضح کرنے کا فیصلہ کیا۔

کہنے لگے، مس! میں جواب ضرور دوں گا مگر کیا میں آپ سے بھی کچھ پوچھ سکتا ہوں؟ کیوں نہیں؟ پیٹریشیا فاسٹر نے دلچسپی سے ہمہ تن گوش ہوتے ہوئے کہا۔ پروفیسر صاحب نے کہنا شروع کیا۔ جیسا کہ سبھی جانتے ہیں، خواتین پر مہینے میں طبعی اعتبار سے کچھ خاص ایام آتے ہیں۔ آپ یہ بتائیے کہ ان ایام میں خواتین طبّی اور سائنسی اعتبار

سے کیسا محسوس کرتی ہیں؟ خاتون نے فی الفور جواب دیا Uneasyness !(بے آرامی اور اذیت)۔ درست! پروفیسر صاحب نے مزید کہا۔

اب آپ صرف اتنا بتا دیجئے کہ عیسائیت نے عورت کی اس اذیت کو محسوس کرتے ہوئے اس مشکل وقت میں صنفِ نازک کے لیے کیا ریلیف پیکج آفر کیا ہے؟

اس سوال پر وہ محترمہ سوچنے لگیں۔ سوچتی رہیں اور بالآخر سر جھکاتے ہوئے مضمحل لہجے میں بولیں ''کچھ نہیں !''

اس پر پروفیسر صاحب گویا ہوئے۔ اب آپ اس سلسلے میں اسلام کی سنیئے، پہلی بات تو یہ کہ اسلام نے عورت کے اس درد کو محسوس کرتے ہوئے اس کا اعتراف قرآن مجید میں کیا۔ پھر عین وہی لفظ بولے جو آج کی اس صدی میں ایک غیر مسلم عورت خود اپنے لیے پسند کر رہی ہے۔

قرآن مجید نے مرد کو بتایا کہ اس حالت میں عورت کو 'اذیٰ' یعنی ایک اذیت و تکلیف اور uneasyness کی کیفیت درپیش ہوتی ہے سو ایسے میں یہ عورت عمومی نہیں بلکہ تمہارے خصوصی سلوک کی مستحق ہو جاتی ہے۔ یہی نہیں، خود شریعت بھی عورت کی اس تکلیف کے لئے ایک قدم پیچھے ہٹ گئی وہی نماز کہ جس کا ترک شریعت میں کفر تھا، وہ اس عورت کی اذیت کے احترام میں ان دنوں اسے معاف کر دی گئی۔ روزے بعد میں کسی وقت رکھنے کی اجازت دے دی گئی۔ پھر یہ بھی خیال فرمایا کہ اس معاملے کی بنا پر کوئی اس کی دل شکنی بھی نہ کرے۔

چنانچہ جب پتا چلا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان ایام میں اپنی بیوی کا

بستر کمرے سے باہر لگا دیا ہے تو رسولِ رحمت ﷺ نے انھیں بلا کے سمجھایا کہ بیوی سے یہ بے رخی کیوں؟ ایسے میں تو یہ قدرے اور محبت و سلوک کی مستحق ہونی چاہیے۔ اس سلسلے میں مزید فرمایا، ان حالات میں سوائے خصوصی تعلقات کی استواری کے عورت سے کسی قسم کی دوری اختیار نہ کی جائے وغیرہ یہ سب سن کر اس خاتون کی آنکھیں کھل گئیں۔

اب مس پیٹریشیا فاسٹر ششدر تھی اور ایک مسلم اسکالر کے سامنے عیسائیت کی اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون گنگ تھی۔ گویا اسلام کے سامنے آج پوری عیسائیت خاموش تھی۔

کیا کوئی ہے جو ہماری ان بچیوں کو مخاطب کر کے کہے کہ اے گلِ برگ کے روشنی گھر مفہوم کے تعلیمی ادارے میں ایک خاص قسم کے مظاہرے کرتی ہماری بچیو! تم نے یہ کہانی نہیں سنی ہوگی۔ تم نے اس باب میں اسلام کی روشنی بھی نہیں جانی ہوگی۔ عین انہیں ایام میں اپنی پیاری بیوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی کے لئے روا رکھے گئے رسولِ رحمت ﷺ کے تعلیمی مظاہر بھی تم نے ہرگز نہ جانے ہوں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: عین انہیں ایام میں مشروب پی کے برتن رسول اللہ ﷺ کو دے دیتی۔ آپ اسی مشروب کو اس برتن کی ٹھیک اسی جگہ سے نوش فرماتے جہاں سے میرے لبوں نے چھوا ہوتا۔

پروفیسر یحیٰ صاحب مس پیٹریشیا فاسٹر کو اسلام کی روشنی سے نہلا رہے ہیں وہیں کچھ لوگ لوگ ہماری مریم و جمیلہ کو اسلام سے بہکا بھی رہے ہیں۔

نبی رحمت ﷺ کی ازدواجی زندگی

سیرت رسولِ اکرم ﷺ کا موضوع نہایت قابل قدر، بسط و تفصیل کا حامل اور وسعت و گہرائی کا متقاضی ہے، جو شاخ در شاخ، باب در باب اور تہہ در تہہ ہونے کے علاوہ اپنے اندر عبرت پذیری اور نصیحت آموزی کے ان گنت پہلو رکھتا ہے، بہ نظر غائر دیکھا جائے تو سیرت النبی ﷺ کا عنوان ایک ایسا زریں باب ہے جس کا کوئی سرا نہیں، یہ وہ بحر ناپیدا کنار ہے، جس کی غواصی اپنے غواص کو ہر بار لعل و گہر اور زر و جواہر سے مالا مال کر دیتی ہے، جس کا پڑھنے والا ہر آن نیا حوصلہ اور تازہ ولولہ حاصل کرتا ہے، جس کو لکھنے والا ہر مرتبہ فکر و نظر کے نئے زاویے اور غور و خوض کے روشن پہلو اجاگر کرتا ہے، جس پر غور کرنے والا ذہن کے بند دریچوں کو وا ہوتا دیکھ کر خوشی و مسرت سے جھوم اٹھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ سیرت رسول کے مختلف گوشوں پر ہر زمانے میں کام ہوتا رہا، آج بھی ہو رہا ہے اور ان شاء اللہ تا قیام قیامت ہوتا رہے گا اور کیوں نہ ہو کہ خود خالق کائنات نے رفعت شانِ رسول کا وعدہ فرمایا ہے، جس کا ایک ادنی مظہر آپ کی سیرت طیبہ کا مسلسل تذکرہ ہے۔

رسول کریم ﷺ نے انسان کی عائلی زندگی کو اس کے ایمان کی علامت قرار دیا ہے۔

رسول رحمت ﷺ نے فرمایا: " اَکْمَلُ الْمُومِنِینَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا وَخِیَارُکُمْ خِیَارُکُمْ لِنِسَائِکُمْ " مومنوں میں سے ایمان کے لحاظ سے کامل ترین مومن وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں سے اخلاق کے لحاظ سے بہترین وہ ہے جو اپنی عورتوں سے بہترین اور مثالی سلوک کرتا ہے۔ (ابن ماجہ، کتاب النکاح باب حسن معاشرۃ النساء : ۱۹۳۶)

حضور ﷺ کے علاوہ کامل ترین مومن اور کون ہو سکتا تھا اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ اچھا ہے اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنے اہل و عیال سے حسن سلوک کرنے والا ہوں۔

(ابن ماجہ کتاب النکاح باب حسن معاشرۃ النساء: ٦٣٦)

آیئے حضور ﷺ کے کاشانہ اقدس کا رخ کریں اور ازواج مطہرات کی آنکھوں سے دیکھیں کہ ان کا مقدس شوہر اور ہمارے محبوب رسول ﷺ کیسے تھے؟۔

حضور اکرم ﷺ کی مبارک زندگی کے ہمہ جہت اور مختلف ابواب میں ایک اہم باب ازدواجی زندگی کا ہے، جو دیگر شعبہ جات کی طرح ساری امت کے لیے اسوہ اور نمونہ ہے بلکہ نبی کریم ﷺ نے تو مرد کی خیر و بھلائی کا معیار ہی یہ قرار دیا کہ وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ اخلاق کا منتہائے کمال اس کو بتایا گیا کہ شوہر اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرے خواہ اسے کبھی مغلوب بھی ہونا پڑے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اقوال و افعال کے ذریعہ خوش گوار ازدواجی زندگی کی وہ شاہ راہ متعین فرمائی جس کا مسافر کبھی ناکام و نامراد نہیں ہو سکتا، کبھی نقصان و گھاٹے کا شکار نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ایک کامیاب شوہر کی حیثیت سے ہر دم اپنے اہل و عیال کے لیے مسرتیں بکھیر سکتا ہے، خوشیاں فراہم کر سکتا ہے اور دنیوی و اخروی فوز و فلاح پا سکتا ہے۔

یوں تو ہر شعبۂ حیات میں آمنہ کے لال کی ایک ایک ادا نرالی ہے بالخصوص عائلی زندگی

کے حوالے سے آپ کا گھر میں داخل ہونا ،بیویوں کو پیار سے مخاطب کرنا ،ان سے میٹھی گفتگو کرنا ،ان کے ہمراہ بیٹھ کر کھانا کھانا ،ان کے ساتھ آرام کے کچھ لمحات گزارنا،ان سے کچھ تفریحی اور مزاحیہ باتیں کرنا،گھر کے کام کاج میں حتی الامکان ان کا تعاون کرنا،وغیرہ ایسے امور ہیں جن پر عمل درآمد کے ذریعہ ایک عورت کو بیوی ہونے کی حیثیت سے جملہ حقوق دیے جاسکتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کے امہات المومنین کے ساتھ جو بھی لمحات گزرے تھے وہ سیر و تاریخ کی کتابوں میں محفوظ کرلیے گئے،وہ تمام ہی لمحات امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے ساتھ کریم آقا کے اعلیٰ اخلاق و کردار کی گواہی دیتے ہیں اور مثالی ازدواجی زندگی کے لیے رہنما اصول پیش کرتے ہیں۔

گھریلو ماحول: حضور اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ گھر میں داخل ہوتے ہی بلند آواز سے السلام علیکم کہتے اور رات کے وقت تشریف لاتے تو سلام ایسی آہستگی سے فرماتے ہیں کہ بیوی جاگتی ہو تو سن لے اور سو گئی ہو تو جاگ نہ پڑے۔

حضور ﷺ کے متعلق آپ کے اہل بیت کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ گھر میں بلند آواز سے کلام نہیں فرماتے،نہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر برا مناتے ہیں بلکہ ایک لازوال بشاشت اور غیر مفتوح مسکراہٹ کا مصداق تھے ۔ازواج کہتی ہیں آپ سب سے نرم خُو،اخلاق کریمانہ کی بارشیں برسانے والے بہت ہنسنے والے اور بہت مسکرانے والے ہیں۔(طبقات ابن سعد جلد اول ص 365)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کبھی کوئی سخت کلمہ اپنی زبان پر نہ لائے۔ نیز فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ نرم خُو تھے اور سب سے زیادہ کریم۔ عام آدمیوں کی طرح بلا تکلف گھر میں رہنے والے اور ہمیشہ مسکراتے ہی رہتے تھے۔ حضرت عائشہ کا یہ بھی بیان ہے کہ اپنی ساری زندگی میں حضور ﷺ نے اپنے کسی خادم یا بیوی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ (بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی: ۵۰۱/۱)

آپ نے کھانے میں کبھی کوئی عیب نہیں نکالا اگر پسند ہوتا ہے تو کھالیتے ورنہ خاموشی سے اٹھ جاتے کوئی تکلیف دہ لفظ استعمال نہیں کرتے۔ (ایضا)

رات کو دیر سے گھر لوٹتے تو کسی کو زحمت دیئے یا جگائے بغیر کھانا یا دودھ خود تناول فرما لیتے۔ (صحیح مسلم کتاب الاشربہ باب اکرام الضیف: ۱۸۴/۲)

آج سے 1400 سال قبل حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات عفو مجسم اور رحمت تمام کا نمونہ پیش کر چکی ہیں جو کل عالم کے لئے مشعل راہ ہے۔ آپ کی وفاداری اور حسن واحسان کا یہ منظر کتنا دلکش ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں بلکہ ان کی وفات کے بعد بھی حضور ﷺ نے کئی سال تک دوسری شادی نہیں کی، اور ہمیشہ محبت اور وفا کے جذبات کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا محبت بھرا سلوک یاد فرمایا۔ لمبی عمر پانے والی آپ ﷺ کی ساری اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھی اس کی تربیت و پرورش کا خوب لحاظ رکھا۔ نہ صرف ان کے حقوق ادا کیے بلکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی امانت سمجھ کر ان سے کمال درجہ محبت

فرمائی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ کی آواز کان میں پڑتے ہی کھڑے ہو کران کا استقبال کرتے اور خوش ہو کر فرماتے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ آئی ہیں۔

گھر میں کوئی جانور ذبح ہوتا تو اس کا گوشت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں میں بھجوانے کی تاکید فرماتے۔ خلاصہ یہ کہ حضور اکرم ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفاؤں کے تذکرے کرتے کرتے تھکتے نہ تھے۔

(بخاری کتاب الادب، باب حسن العہد من الایمان: ۸۸۸/۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھے کبھی کسی زندہ بیوی کے ساتھ اتنی غیرت نہیں ہوئی جتنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوئی حالاں کہ وہ میری شادی سے تین سال قبل وفات پا چکی تھیں۔ کبھی تو میں اکتا کر کہہ دیتی یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اتنی اچھی اچھی بیویاں عطا فرمائی ہیں اب اس بڑھیا کا ذکر جانے بھی دیں۔ حضور ﷺ فرماتے نہیں نہیں! خدیجہ اس وقت میری ساتھی بنیں جب میں تنہا تھا، وہ اس وقت میری سپر بنیں جب میں بے یار و مددگار تھا، وہ اپنے مال کے ساتھ مجھ پر فدا ہو گئیں، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے اولاد عطا کی اور انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے جھٹلایا۔ (بخاری، کتاب المناقب، باب تزویج خدیجہ و فضلھا: ۵۳۹/۱)

گھر کے کاموں میں شرکت:

گھر میں موجودگی کے دوران حضور ﷺ ازواج کے شانہ بشانہ گھر کے معمولی کاموں میں حصہ لیتے ہیں، انسانی عقل حیران ہوتی ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا عادل و سخی حکمراں جس نے گھریلو معاملات میں بھی ایک ایک لمحہ کو اہل خانہ کے لئے خوشگوار اور

یادگار بنایا تھا اور ازواج مطہرات قطرہ قطرہ آپ کی محبت کشید کرتی ہیں۔

دوسری روایات میں ہے کہ حضور ﷺ اپنے کپڑے صاف کر لیتے، ان کو پیوند لگاتے، بکری کا دودھ دوہتے، اونٹ باندھتے، ان کے آگے چارہ ڈالتے، آٹا گوندھتے اور بازار سے سازو سامان بھی لے آتے۔ (ضیاء النبی: ۳۶۲/۵۔۳۶۴)

خوشیوں میں شمولیت: گھر میں کام کاج کے ساتھ اپنی ازواج کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں میں شامل ہوتے اور اسے کبھی وقت کا ضیاع نہ سمجھتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب میں شادی کر کے آئی تو میں حضور ﷺ کے گھر میں بھی گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میری سہیلیاں بھی تھیں۔ جو میرے ساتھ مل کر گڑیوں سے کھیلا کرتی تھیں۔ جب حضور ﷺ گھر تشریف لاتے (اور ہم کھیل رہی ہوتیں) تو میری سہیلیاں حضور ﷺ کو دیکھ کر ادھر ادھر کھسک جاتیں لیکن حضور ﷺ ان سب کو اکٹھا کر کے میرے پاس لے آتے اور پھر وہ میرے ساتھ مل کر کھیلتی رہتیں۔ (بخاری، کتاب الادب باب الانبساط الی الناس: ۹۰۵/۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے کھلونے کے بارے میں پوچھا یہ کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا میری گڑیاں ہیں۔ حضور ﷺ کی نظر پڑی تو دیکھا کہ ان گڑیوں کے درمیان میں ایک گھوڑا کھڑا ہے جس کے چمڑے کے پر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ان گڑیوں کے درمیان میں کیا نظر آرہا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ گھوڑا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا (پروں کی طرف اشارہ کر کے) کہ گھوڑے کے اوپر یہ کیا چیز ہے۔ حضرت عائشہ نے

جواب دیا کہ پر ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا بھئی تعجب ہے پروں والا گھوڑا ہے۔حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان کا بھی ایک گھوڑا تھا جس کے بہت سے پر تھے۔حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب میں نے یہ کہا تو حضور ﷺ بے اختیار ہنس پڑے اور ایسی شگفتہ ہنسی تھی کہ حضور ﷺ ہنسے تو دہن مبارک اتنا کھل گیا کہ مجھے حضور ﷺ کے سامنے کے آخری دانت بھی نظر آنے لگے۔

(بخاری، کتاب المناقب، باب تزویج خدیجہ و فضلھا : ۵۳۸/۱)

ازواج مطہرات کے ساتھ آپ کا تعلق دوستوں کا سا نظر آتا ہے۔اور بے تکلفی اور مزاح نے ان حجروں میں نور بھر دیا۔

مقدس رسول ﷺ نے تو پوری دنیا کو اس صلح وآشتی کی جنتوں میں شریک کرنا چاہتے تھے۔خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس نقش قدم پر چل کر اپنی دنیا اور آخرت کو سنوارتے ہیں۔آپ ﷺ ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے اور دشمنوں کو اپنا بنانے کی خداداد صلاحیت سے مالامال تھے۔اور یہ بارش اہل خانہ پر بھی اسی شان کے ساتھ برستی تھیں۔

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جو رسول اللہ ﷺ کے شدید معاند اور یہودی قبیلہ بنو نضیر کے مشہور سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔جنگ خیبر میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا باپ اور ان کا خاوند مسلمانوں سے لڑتے ہوئے مارے گئے تھے، مگر حضور ﷺ نے پھر بھی یہود خیبر پر احسان فرماتے ہوئے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے عقد میں لینا پسند فرمایا۔اپنے جانی دشمن کی بیٹی صفیہ کو بیوی بنا کر

اپنی شفقتوں اور احسانوں سے جس طرح انہیں اپنا گرویدہ کیا اور ان کا دل آپ ﷺ نے جیتا وہ بلاشبہ انقلاب آفریں ہے۔ جنگ خیبر سے واپسی کا وقت آیا تو صحابہ کرام نے یہ عجیب نظارہ دیکھا کہ حضور ﷺ اپنے اونٹ پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے لئے خود جگہ بنا رہے ہیں وہ عبا جو آپ نے زیب تن کر رکھی تھی اتاری اور اسے تہہ کر کے حضرت صفیہ کے بیٹھنے کی جگہ پر بچھا دیا۔ پھر ان کو سوار کراتے وقت اپنا گھٹنہ ان کے آگے جھکا دیا اور فرمایا اس پر پاؤں رکھ کے اونٹ پر سوار ہو جاؤ۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر: ۲/۶۰۳)

یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کے خلق عظیم کا شاہکار اور آپ ﷺ کی عائلی زندگی کا ایک بے مثال نمونہ ہے۔ مگر حضرت صفیہ ان عاشقان رسول ﷺ میں اکیلی نہیں تھیں۔ حضور ﷺ کی کم از کم 3 شادیاں دشمن قبائل میں ہوئی تھیں۔ مگر رسول اللہ ﷺ کے حسن سلوک نے نہ صرف ان ازواج کو بلکہ ان تمام قبائل کو فتح کر لیا تھا۔

دشمن قبائل کی رواداری:

شعبان ۵/ ھ میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کا نکاح ہوا حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا باپ حارث بن ابی ضرار بنو مصطلق کا سردار تھا۔ اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا۔ یہ قبیلہ لوٹ مار، ڈاکہ و رہزنی میں بھی ایک نام رکھتا تھا۔ اسلام کے خلاف جنگوں میں بنو مصطلق بھی ضرور شریک ہوتے تھے۔ اسی بناء پر جب غزوہ بنی مصطلق ہوا تو اس کے نتیجہ میں بہت سے افراد قیدی کے طور پر مدینہ لائے گئے جن میں سردار قبیلہ حارث بن ابی ضرار کی بیٹی بَرّہ (حضرت جویریہ) بھی تھی، اس سے حضور ﷺ نے شادی کی۔

صحابہ نے جب یہ دیکھا کہ ان کے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو مصطلق کی رئیس زادی کو شرف ازدواجی عطا فرمایا ہے تو انہوں نے اس بات کو خلاف شان نبوی سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سسرالی قبیلہ کو اپنی قید میں رکھیں۔ چنانچہ اس طرح ایک سو گھرانے یعنی سینکڑوں قیدی بلا فدیہ یک لخت آزاد کر دیئے گئے۔ (الاصابہ: ۶۵۲/۷)

اسی بنا پر حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں کہ جویریہ اپنی قوم کے لئے نہایت مبارک وجود ثابت ہوئی ہے۔ اس رشتہ اور اس احسان کا یہ نتیجہ ہوا کہ بنو مصطلق کے لوگ بہت جلد اسلام کی تعلیم سے متاثر ہو کر اپنی پرانی عادات ڈکیتی و رہزنی چھوڑ کر نیک نمونہ اختیار کرنے لگے اور پھر بلا تاخیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ (اسد الغابہ: ۴۲۰/۵)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں اس قدر مخمور تھیں کہ ایک دفعہ ان کا والد ابوسفیان ملنے آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر بیٹھنا چاہا تو حضرت ام حبیبہ نے بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان سخت برہم ہوا مگر انہوں نے کہا کہ آپ مشرک ہیں اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر ہے اس لئے اس پر بیٹھنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ (الاصابہ: ۶۵۳/۷)

عدل کا معراج:

مخفی مگر دیرپا اثرات کی حامل حکمتوں کے تحت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاشانۂ اقدس میں بیک وقت مختلف المزاج، حیثیت اور عمر کی بیویاں تھیں، ان میں رؤسائے عرب کی چشم و چراغ بھی ہیں اور غریب و نادار لڑکیاں بھی۔ صاحب جمال بھی ہیں اور صاحب کمال بھی۔ سن رسیدہ بھی ہیں اور چودہ پندرہ سال کی عمر والی بھی۔ تیز مزاج بھی ہیں اور

حلم وصبر والی بھی۔ گویا کاشانۂ نبوت میں مختلف الخیال عناصر کا اجتماع ہے۔ ان سب کی استعدادوں، ضروریات اور عقل وفہم کے مطابق ان کے حقوق کی ادائیگی اور تربیت ایک پہاڑ معلوم ہوتا ہے جبکہ نبوت کے دیگر لاتعداد فرائض بھی آپ کے منتظر ہوتے ہیں مگر یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی شان ہے کہ ازواج مطہرات کے درمیان حیرت انگیز طور پر عدل وانصاف فرماتے ہیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے پینے، پہننے، گزارہ اور ملاقات میں ہر ایک بیوی کے ساتھ مساوی سلوک فرماتے ہیں۔ عموماً بعد نماز عصر ہر ایک بیوی کے مکان پر تشریف لے جا کر ان کی ضروریات معلوم فرماتے ہیں اور بعض دفعہ سب بیویوں سے ایک مکان میں مختصر ملاقات فرماتے اور نوبت بہ نوبت ہر ایک کے گھر میں استراحت فرمایا کرتے تھے۔ کسی حال میں بھی ایک بیوی کو دوسری کی حق تلفی کی اجازت نہیں دیتے اور ان بے خطا تدبیروں کے ساتھ پرسوز دعاؤں کے تیر بھی شامل ہوتے۔ ہمیشہ یہ دعا زبان مبارک پر جاری رہتی ہے کہ اے میرے اللہ! میری یہ تقسیم اس دائرہ میں ہے جس میں مجھے اختیار ہے یعنی اپنے دائرہ اختیار میں میں اپنی تمام ازواج سے انصاف کا سلوک کرتا ہوں مجھے ان باتوں میں ملامت نہ کرنا جن میں میرا کوئی بس نہیں چلتا۔

(ابن ماجہ، کتاب النکاح باب القسمۃ بین النساء : ۶۳۴)

پہلے عورت (Ladies First) حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ غزوہ عسفان سے واپسی کے وقت ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ حضور کے پیچھے اونٹنی پر حضرت صفیہ بیٹھی ہوئی تھیں، اونٹنی کے ٹھوکر کھانے کی وجہ سے دونوں گر

پڑے۔ ابو طلحہ حضور ﷺ کو سہارا دینے کے لیے لپکے۔ حضور ﷺ نے فرمایا "علیک المراۃ" پہلے عورت کا خیال کرو۔ ابو طلحہ یہ سن کر منہ پر کپڑا ڈال کر حضرت صفیہ کے پاس آئے اور ان پر کپڑا ڈال دیا۔ پھر ان دونوں کے لئے سواری کو درست کیا۔ حضور ﷺ اور حضرت صفیہ اس پر سوار ہو گئے۔ (بخاری کتاب الجھاد ،باب اسم الفروس: ۱/۴۰۰)

حضور ﷺ کا فرمان کیسا دل نشیں تھا کہ میرا خیال چھوڑو عورت کی خبر لو، گویا Ladies First کا محاورہ سب سے پہلے رسول اکرم ﷺ کی زبان سے جاری ہوا۔

ایک سفر میں حضور ﷺ کی بیویاں اونٹوں پر سوار تھیں اچانک اونٹ ہانکنے والے نے اونٹوں کو تیز ہانکنا شروع کر دیا۔ حضور ﷺ فرمانے لگے " اے انجشہ! تیرا بھلا ہو! ان نازک شیشوں کا خیال رکھنا۔ ان آبگینوں کو ٹھوکر نہ لگے۔ یہ شیشے ٹوٹنے نہ پائیں۔ اونٹوں کو آہستہ ہانکو"۔ (مسلم کتاب الفضائل باب رحمۃ النبی ۲/۲۵۵)

آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی نزاکت کا لحاظ کرتے ہوئے ان کو شیشے کہا۔ یہ محاورہ اگر کوئی اور استعمال کرتا تو لوگ عورتوں کے ایسے خیر خواہ کو کب جینے دیتے ضرور اسے ملامت کرتے۔

جس طرح گلاس کے پیکٹ پر لکھا ہوتا ہے Glass With Care اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے یہ محاورہ عورت کے لئے ایجاد فرمایا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کے ناز نخرے اور زیادتیاں بھی برداشت کیں پھر بھی ان سے عفو کا سلوک فرماتے۔

وہ دشمن جو رسول اللہ ﷺ پر زبان طعن دراز کرتے ہیں ان کا منہ بند کرنے کے لئے خدا کی تقدیر نے یہ نظارہ بھی دکھایا کہ نبی رحمت ﷺ کی بعض ازواج نے آپ سے کچھ مطالبے کئے جس پر سورۃ احزاب کی آیات 29،30 نازل ہوئیں جن میں کہا گیا کہ اگر تم دنیاوی اموال چاہتی ہو تو میں تمہیں دے کر رخصت کر دیتا ہوں مگر تمام ازواج مطہرات نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور کسی نے بھی آپ کا دامن نہیں چھوڑا۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر۔ سورۃ احزاب: ۷۰۵/۲)

اور در حقیقت نبی رحمت ﷺ کے قدموں کی جنت چھوڑ کر جا بھی کون سکتا تھا، مگر حضور ﷺ تو یہی چاہتے تھے کہ دنیا کا ہر گھر جنت کا پرتو بن جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ازواج کے مابین عدل و مساوات:

نبی اکرم ﷺ پیغمبر ہونے کی بنیاد پر عام انسانوں کے مقابلہ میں خاص امتیازات کے حامل تھے۔ اولاً آپ ﷺ کی ذاتِ عالی صرف مردوں ہی کے لئے سرچشمۂ ہدایت نہ تھی؛ بلکہ عورتوں کی ہدایت بھی آپ ہی کی ذاتِ عالی سے وابستہ تھی، اس لئے ضروری تھا کہ منتخب اور عفت مآب پاکیزہ خواتین آپ کے حرم میں آکر دین و شریعت براہِ راست سیکھیں اور پھر دوسروں تک پہنچائیں۔

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے مثال جسمانی قوتوں سے مالا مال فرمایا تھا، جس کا

تصور دوسرے انسان سے نہیں ہو سکتا۔

تیسرے یہ کہ آپ نے جتنے بھی نکاح فرمائے ہیں وہ مسلکی، قومی، ملی یا کسی فرد کے مصالح پر مبنی تھے، محض نفسانی خواہش پر ہر گزان کا مدار نہ تھا۔ نصوص سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ سبحانہ نے یہ رخصت عطا فرمائی تھی کہ آپ بغیر باری مقرر کیے کہیں بھی قیام فرما سکتے ہیں اور منشا کے مطابق باری میں تقدیم و تاخیر کر سکتے ہیں مگر حضور ﷺ نے کبھی اس کا استعمال نہیں کیا اور تاحینِ حیات عدل و مساوات فرماتے رہے حتی کہ سفر پر جانے کی ضرورت در پیش ہوتی تو ازواج کے نام قرعہ اندازی کرتے جس کا نام نکلتا ہے اس کو ساتھ لے جاتے،، کسی کی حق تلفی کی ہواؤں کا وہاں گزر نہیں ہو سکتا تھا۔

حضرت اسود نے جب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ حضور ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے؟ وہ فرماتی ہیں: اپنے اہل و عیال کی مصلحتوں اور ان لوگوں کی خدمتوں میں مشغول رہتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی اپنے ہاتھوں کسی بیوی یا خادم کو نہیں مارا، رسول اللہ ﷺ کا اخلاق قرآن ہے۔

خوش خلقی اور حسن سلوک:

بہ حیثیت حاکم جہاں شوہر کی ذمہ داری ہے کہ وہ رعب و داب کا کبھی کبھی اظہار کرے وہیں اس کی عام عادت یہ ہونی چاہیے کہ وہ خلیق و ملنسار ہو، محبت آمیز لہجہ میں بات کرے، وقت بے وقت ترش روئی اور تلخ گوئی سے اجتناب کرے، ہمیشہ خندہ پیشانی اور کشادہ قلبی کے ساتھ گھر میں دخل ہو اور سب سے پہلے سلام کرے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب میں چھوٹی تھی اور میری شادی کا ابتدائی دور تھا تو میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میری ہمجولیاں بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں اور پھر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لاتے تو میری ہم جولیاں شرم کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چھپ جاتی تھیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو میرے پاس بھیج دیا کرتے تھے اور وہ میرے ساتھ کھیلنے لگتی تھیں۔ (بخاری، کتاب الادب، الانبساط الی الناس: ۹۰۵/۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات سے محبت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پیالے میں پانی پی رہیں تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: حمیرہ! میرے لیے بھی پانی بچالینا، (حمیرہ کا معنی ہے سرخ و سفید، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رب تعالیٰ نے خوبصورتی سے نوازا ہوا تھا، ہر وقت چہرے پر لالی و سفیدی رہتی تھی، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیار سے حمیرہ نام رکھا ہوا تھا، اسی طرح پیار سے عائشہ بھی پکارتے تھے) چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پانی بچایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیالہ اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا: عائشہ! تم نے کہاں پر لب لگا کے پیا؟ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جگہ بتائی کہ یہاں سے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیالے کا رخ پھیرا اور جہاں سے آپ نے پانی پیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنے لب مبارک اسی جگہ لگا کے پانی نوش فرمایا۔ (نسائی، کتاب الطہارۃ، باب الانتفاع بفضل الحائض: ۱۸۱)

حد اعتدال میں ناراضگی کا اظہار:

میاں بیوی ایک گاڑی کے دو پہیے ہیں، ان کے درمیان جہاں طویل مصاحبت ہوتی ہے وہاں کبھی کبھی آپس میں رنجش بھی ہو جایا کرتی ہے، اور یہ ایسی فطری بات ہے جو نبوت وولایت کے منافی نہیں، چناں چہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو جاتا ہے جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو ۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا وہ کیسے؟ فرمایا جب تم راضی ہوتی ہو تو **ورب محمد** (محمد کے رب کی قسم) کہہ کر بات کرتی ہو اور جب ناراض ہوتی ہو تو **ورب ابراھیم** (ابراہیم کے رب کی قسم) کہہ کر بات کرتی ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب میں ناراض ہوتی ہوں تب بھی آپ کی محبت کا دریا میرے دل میں موجزن ہوتا ہے۔

آپ ﷺ یوں تو اپنی ازواج کا بہت زیادہ خیال فرماتے تھے؛ لیکن بے جا ضد اور اصرار پر ان سے ناراض بھی ہوتے تھے؛ چنانچہ جب ایک مرتبہ ازواج مطہرات نے نفقہ وغیرہ کے مطالبہ پر اصرار کیا تو آپ ان سے ناراض ہو گئے اور ایک مہینے تک ایلاء کیا، اس طور پر کہ گھر کے بالائی حصہ پر قیام فرمایا اور اس دوران کسی بھی زوجہ سے کسی طرح کا ربط نہیں رکھا۔ (بخاری، کتاب الطلاق، باب من خیر النسا: ۲/۷۹۱-۷۹۲)

آپ ﷺ کے اس عمل سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ بیوی کی ہر جائز اور ناجائز بات اور مطالبہ کو تسلیم نہیں کرنا چاہئے اور جہاں پر بیوی کی طرف سے اس طرح کی بے جا ضد اور ہٹ دھرمی نظر آئے، وہاں پر برسبیلِ اصلاح اور تنبیہ ناراضگی کا اظہار بھی

کیا جانا چاہیے کہ یہی راہ اعتدال ہے۔

خلاصہ کلام شوہر اور خاندان کی سر براہی کی حیثیت سے نبی کریم ﷺ نے جو اسوۂ حسنہ امت کے لیے پیش فرمایا وہ اسلامی تاریخ کا گراں بہا سرمایہ اور سیرتِ طیّبہ کا روشن حصہ ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت و کردار کا یہ گوشہ بھی امت کے لیے ایک روشن مثال اور رفیقِ حیات کی حیثیت سے ہر شوہر اور سر براہِ خانہ کے لیے لائق تقلید ہے۔ اگر آج کے مسلمان مرد بھی سرکار دو عالم ﷺ کے اس اسوہ کو اپنے لیے نمونہ بنالیں تو نہ طلاق کی کبھی نوبت آئے نہ خلع کی بلکہ اطمنان و عافیت کے ساتھ ازدواجی زندگی بسر ہوتی رہے اور سکون و راحت، شادمانی و مسرت سے ہمارے گھر جنت نشاں بن جائے۔

صالح بیوی کی خصوصیات

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قِيلَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ ؟ قَالَ : الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ ، وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ ، وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ (نسائی: ۶۷، کتاب النکاح، ای النساخیر)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا سب سے بہترین عورت کون ہے تو ارشاد فرمایا شوہر جب اسے دیکھے تو خوش کر دے، جب اسے شوہر حکم دے تو اطاعت کرے اور اپنے نفس و مال میں شوہر کی ناپسندیدہ تصرف سے مخالفت نہ کرے۔

ایک نیک شوہر بیوی کو دیکھ کر کب خوش ہو گا اس کے تین پہلو ہیں:

سب سے پہلے بیوی جسمانی اعتبار سے اپنے آپ کو ایسا رکھے کہ شوہر کی نگاہیں اسی پر ٹکی

رہیں وہ اسے دیکھ کر ہی خوش ہوتا رہے. شوہر کے دل پسند خوبصورت کپڑوں کا اہتمام کرتی ہو صرف دعوتوں اور شادیوں کے وقت تیار نہ ہوتی ہو شوہر جب گھر آئے تو صاف ستھری اور معطر ہو کر اس کا استقبال کرے. اور یہ کام صرف شادی کے شروع کے دن میں نہیں ہوں بلکہ وفات تک حسب استطاعت اس کا اہتمام کرے۔

توجو بیوی جسمانی طور پر خود کو شوہر کے دل فریب اور جاذب نظر نہیں رکھتی تو یہ مقصد فوت ہوتا ہے پھر مرد شادی شدہ ہو کر بد نظری کرتا ہے دوسری شادی کی بھی وجوہات میں سے ایک یہ ہے۔

دوسرا اسماجی ہے: وہ یہ کہ بیوی شوہر کی ضروریات وخواہشات کا اس کے کہے بغیر ایسا خیال رکھے کہ وہ شوہر کے لیے جائے سکون بن جائے، دنیا کی ٹینشن جھیلتے ہوئے اس کو خیال آئے چلو اس کام سے فارغ ہو کر گھر جاوں گا جہاں مجھے سکون و محبت ملے گی۔

یہ بھی مقاصد نکاح میں سے ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا(پ۹،اعراف،۱۸۸)

اس کے دماغ میں یہ ٹینشن نہ ہو کہ ابھی گھر جانا ہے پھر بیوی کی سو باتیں سننی ہیں شکوے سننے ہیں. بلکہ وہ گھر جانے کے لیے مشتاق ہو بیویوں کو شکوہ ہوتا ہے شوہر دوستوں کے ساتھ بہت رہتا ہے۔ کیا آپ نے غور کیا وہ کیوں رہتا ہے دوستوں کے ساتھ اس کو کیا ملتا ہے. وہ اس لیے جاتا ہے کہ وہ اپنی ٹینشنوں کی دنیا سے باہر کچھ وقت سکون کا بے فکر ہو کر گزارنا چاہتا ہے ایسے لوگوں کے ساتھ گزارنا چاہتا ہے جو اس کی

دل کی بات سنیں ہنسی مذاق کریں۔ اگر آپ چاہتی ہیں شوہر آپ کے ساتھ رہے تو یہ خصوصیات خود میں پیدا کریں اور یاد رکھیں شوہر بظاہر کتنا ہی زن مرید کیوں نہ ہو اپنے بہن بھائیوں والدین سے محبت کرتا ہے آپ کا اس کے دوستوں سے متعلق بے جا شکوے اسے تکلیف دیتے ہیں۔

تیسرا پہلو دینی ہے: ایک دیندار شوہر کو سچی خوشی تب حاصل نہیں ہوتی جب وہ دنیاوی علوم کی ماہر ہو گئی ساری دنیا کو سمجھتی ہے سب دنیا اس سے استفسار کرتے ہیں بلکہ اس کی سچی خوشی اسے تب ملتی ہے جب اس کی بیوی دین میں ترقی کر رہی ہو دینی علوم میں توجہ دے رہی ہو عبادات کی شوقین معاملات میں ازواج مطہرات اور بنات رسول کی سنتوں کا مظہر ہو اس کا ہر معاملہ دین کی روشنی میں ہو۔ وہ خوش ہوتا ہے کہ مجھے دین کا ساتھی مل گیا جو میری مدد کرے گا جو میری اصلاح کرے گا جو میرا ساتھ دے گا جو میرا ہاتھ تھام کر جنت کی راہ پر چلے گا۔ اسے دیکھ کر ہر بار اس کا خون سیروں بڑھے گا کہ یہ میری اولاد کی ماں ہے میری اولاد امت کی خادم ہو گی میری اولاد دین کے سپاہی ہوں گے میری اولاد کامیاب ترین اولاد کی بشارت حاصل کرنے والے ہوں گے۔ وہ خوش ہوتا ہے کہ اب میرے گھر کا ماحول مزید دینی ہو گا۔

عورتوں پر مرد کی حاکمیت:

اسلام دینِ فطرت ہے اس لیے اس میں معاشرہ کی بنیاد فطرتِ انسانی کی رعایت کرتے ہوئے "اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ" مرد عورتوں پر حاکم ہیں" کے اصول رکھی گئی ہے۔ (النساء، ۳۴)

اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کو پیدا فرما کر ان کے دائرہ کار بھی متعین کر دیئے ہیں کہ مرد کی کون کون سی ذمہ داریاں ہیں اور عورت کی کیا ذمہ داریاں ہیں۔ مرد چونکہ عورتوں کی نسبت زیادہ طاقتور، حوصلہ منداور فہم وفراست کا حامل ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ اسے قیادت وسیادت جیسی ذمہ داریوں سے سرفراز فرمایا ہے جب کہ عورت نازک، کمزور اور ناقص العقل ہوتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی سیادت وقیادت کو قبول نہیں فرمایا۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پا سکتی جو اپنی سربراہ عورت کو بنالیتی ہے۔

جب کسی گھر میں عورت رعب ڈالنے کی کوشش کرتی ہے اپنی مرضی کی کوشش کرے گی شوہر کی اطاعت نہیں کرے گی تو گھر کا سکون رخصت ہو جائے گھر کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

حضور ﷺ کا فرمان عالی شان ہے: "لَنْ یُّفْلِحَ قَوْمٌ وَّلَوْا اَمْرَھُمْ اِمْرَاَۃً" وہ قوم کیسے فلاح پا ئے گی جس کی سربر اہ عورت ہو۔ (بخاری کتاب المغازی: ۲/ ۶۳۷)

قابل غور بات یہ ہے کہ اسلام کامزاج یہ ہے کہ ہر بندہ اپنا فرض نبھائے اگر جھگڑا ہو جائے تو اپنا حق مصالح کے لیے چھوڑ دے یہ اسلام کامزاج نہیں کہ تم میرے حقوق دو گے تو میں تمہارے حقوق دوں گا یا دوں گی. آپ کو اپنا فرض ادا کرنا ہے اس لیے نہیں کہ بدلہ میں آپ کو اپنا حق ملے بلکہ اس لیے کہ اللہ کا عائد کردہ فرض ہے اگر آپ اپنے حقوق چاہتی ہیں تو فرائض میں کوتاہی نہیں کریں گی بلکہ شریعت کے بتائے

ہوئے طریقے کے مطابق بڑوں کے سامنے اپنا مقدمہ رکھیں گی قاضی سے اپنا حق لیں گی، تو خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر مباح امر میں شوہر کی اطاعت فرض ہے۔

یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ معاشرتی معاملات میں اجتہادی معاملات (جن میں دونوں مواقف کے دلائل برابر قوی ہوں) میں کس کی بات فیصلہ کن ہوگی تو یہاں پر بات شوہر کی مانی جائے گی شوہر اگر اجازت دے تو الگ بات ہے۔

جب وہ غائب ہو جائے کسی سفر پر گیا ہو تو اس کی غیر موجودگی میں اپنی اور شوہر کی عزت اولاد و مال کی حفاظت کرتی ہے۔

شوہر کے بنائے ہوے گھر کے نظام کی حفاظت کرتی ہے، گویا وہ شوہر کی خلیفہ ہوتی ہے اپنی اور شوہر کی عزت کی حفاظت میں یہ بھی شامل ہے کہ کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے شوہر کی عزت پر حرف آئے شوہر کی غیبت نہ کرے ایسے لوگوں سے نہ ملے جس سے شوہر نے منع کیا ہو یا جو شوہر کو ناپسند ہوں ایسے مقامات پر نہ جائے جو حیا کے منافی ہوں جہاں اس کی عزت پر حرف آئے، شوہر کی غیر موجودگی میں نامحرموں سے سخت پردہ کرے وغیرہ اولاد کی حفاظت میں یہ بھی شامل ہے کہ اولاد کی تربیت ویسی ہی کرے جیسے شوہر چاہتا ہے اور مال کی حفاظت میں مال کو دانائی کے ساتھ شوہر کی منشا کے مطابق خرچ کرنا بھی شامل ہے۔

ازدواجی زندگی کے رہنما اصول

امام احمد ابن حنبل نے اپنے صاحب زادے کو شادی کی رات دس نصیحتیں فرمائیں ہر شادی شدہ مرد کو چاہیے کہ ان کو غور سے پڑھے اور اپنی زندگی میں عملی طور

پر اختیار کرے۔

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: میرے بیٹے! تم گھر کا سکون حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ اپنی بیوی کے معاملے میں ان دس عادتوں کو نہ اپناؤ، لہٰذا ان کو غور سے سنو اور عمل کا ارادہ کرو۔

(۱) عورتیں تمہاری توجہ چاہتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ تم ان سے واضح الفاظ میں محبت کا اظہار کرتے رہو۔ لہٰذا وقتاً فوقتاً اپنی بیوی کو اپنی محبت کا احساس دلاتے رہو اور واضح الفاظ میں اس کو بتاؤ کہ وہ تمہارے لئے کس قدر اہم اور محبوب ہے۔ اس گمان میں نہ رہو کہ وہ خود سمجھ جائے گی، رشتوں کو اظہار کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے۔

(۲) یاد رکھو اگر تم نے اس اظہار میں کنجوسی سے کام لیا تو تم دونوں کے درمیان ایک تلخ دراڑ آجائے گی جو وقت کے ساتھ بڑھتی رہے گی اور محبت کو ختم کر دے گی۔

(۳) عورتوں کو سخت مزاج اور ضرورت سے زیادہ محتاط مردوں سے کوفت ہوتی ہے لیکن وہ نرم مزاج مرد کی نرمی کا بے جا فائدہ اٹھانا بھی جانتی ہیں لہٰذا ان دونوں صفات میں اعتدال سے کام لینا تاکہ گھر میں توازن قائم رہے اور تم دونوں کو ذہنی سکون حاصل ہو۔

(۴) عورتیں اپنے شوہر سے وہی توقع رکھتی ہیں جو شوہر اپنی بیوی سے رکھتا ہے یعنی عزت، محبت بھری باتیں، ظاہری جمال، صاف ستھرا لباس اور خوشبودار جسم لہٰذا ہمیشہ اس کا خیال رکھنا۔

(۵) یا درکھو گھر کی چاردیواری عورت کی سلطنت ہے، جب وہ وہاں ہوتی ہے تو گویا اپنی مملکت کے تخت پر بیٹھی ہوتی ہے اس کی اس سلطنت میں بے جامداخلت ہرگز نہ کرنا اور اس کا تخت چھیننے کی کوشش نہ کرنا جس حد تک ممکن ہو گھر کے معاملات اس کے سپرد کرنا اور اس میں تصرف کی اس کو آزادی دینا۔

(۶) ہر بیوی اپنے شوہر سے محبت کرنا چاہتی ہے لیکن یاد رکھو اس کے اپنے ماں باپ بہن بھائی اور دیگر گھر والے بھی ہیں جن سے وہ لاتعلق نہیں ہوسکتی اور نہ ہی اس سے ایسی توقع جائز ہے لہٰذا کبھی بھی اپنے اور اس کے گھر والوں کے درمیان مقابلے کی صورت پیدا نہ ہونے دینا کیوں کہ اگر اس نے مجبوراً تمہاری خاطر اپنے گھر والوں کو چھوڑ بھی دیا تب بھی وہ بے چین رہے گی اور یہ بے چینی بالآخر تم سے اسے دور کردے گی۔

(۷) بلاشبہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور اسی میں اس کا حسن بھی ہے یہ ہرگز کوئی نقص نہیں، وہ ایسے، ہی اچھی لگتی ہے جس طرح بھنویں گولائی میں خوبصورت معلوم ہوتی ہیں لہٰذا اس کے ٹیڑھے پن سے فائدہ اٹھاؤ اور اس کے اس حسن سے لطف اندوز ہو اگر کبھی اس کی کوئی بات ناگوار بھی لگے تو اس کے ساتھ سختی اور تلخی سے اس کو سیدھا کرنے کی کوشش نہ کرو ورنہ وہ ٹوٹ جائے گی، اور اس کا ٹوٹنا بالآخر طلاق تک لے جائے گا مگر اس کے ساتھ ساتھ ایسا بھی نہ کرنا کہ اس کی ہر غلط اور بے جا بات مانتے ہی چلے جاؤ ورنہ وہ مغرور ہو جائے گی جو اس کے اپنے ہی لئے نقصان دہ ہے لہٰذا معتدل مزاج رہنا اور حکمت سے معاملات کو چلانا۔

(۸) شوہر کی ناقدری اور ناشکری اکثر عورتوں کی فطرت میں ہوتی ہے اگر ساری عمر بھی اس پر نوازشیں کرتے رہو لیکن کبھی کوئی کمی رہ گئی تو وہ یہی کہے گی تم نے میری کون سی بات سنی ہے آج تک لہٰذا اس کی اس فطرت سے زیادہ پریشان مت ہونا اور نہ ہی اس کی وجہ سے اس سے محبت میں کمی کرنا یہ ایک چھوٹا سا عیب ہے اس کے اندر لیکن اس کے مقابلے میں اس کے اندر بے شمار خوبیاں بھی ہیں، بس تم ان پر نظر رکھنا اور اللہ کی بندی سمجھ کر اس سے محبت کرتے رہنا اور حقوق ادا کرتے رہنا۔

(۹) ہر عورت پر جسمانی کمزوری کے کچھ ایام آتے ہیں۔ ان ایام میں اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو عبادات میں چھوٹ دی ہے، اس کی نمازیں معاف کر دی ہیں اور اس کو روزوں میں اس وقت تک تاخیر کی اجازت دی ہے جب تک وہ دوبارہ صحت یاب نہ ہو جائے، بس ان ایام میں تم اس کے ساتھ ویسے ہی مہربان رہنا جیسے اللہ تعالیٰ نے اس پر مہربانی کی ہے جس طرح اللہ نے اس پر سے عبادات ہٹا لیں ویسے ہی تم بھی ان ایام میں اس کی کمزوری کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کی ذمہ داریوں میں کمی کر دو، اس کے کام کاج میں مدد کرو اور اس کے لئے سہولت پیدا کرو۔

(۱۰) آخر میں بس یہ یاد رکھو کہ تمہاری بیوی تمہارے پاس ایک قیدی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ تم سے سوال کرے گا۔ بس اس کے ساتھ انتہائی رحم و کرم کا معاملہ کرنا۔

شادی شدہ بیٹی کو ماں کی قیمتی نصیحت:

عرب کی ایک عالمہ نے اپنی بیٹی کو دس نصیحتیں کیں ان دس نصیحتوں میں ایسی باتیں موجود ہیں جو قیامت تک آنے والی عورتوں کے لیے مشعل راہ ہیں، عالمہ نے اپنی بیٹی

کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

(۱) میری آنکھوں کی ٹھنڈک! شوہر کے گھر جا کر قناعت والی زندگی گزارنے کی کوشش کرنا، شوہر کے گھر جو دال روٹی ملے اس پر راضی رہنا جو روکھی سوکھی شوہر کی خوشی کے ساتھ مل جائے وہ اس مرغ پلاؤ سے بہتر ہے جو تمہارے اصرار کرنے پر اس نے ناراضگی سے دیا ہو۔

(۲) میری بیٹی! اپنے شوہر کی بات کو ہمیشہ توجہ سے سننا اور اس کو اہمیت دینا اور ہر حال میں شوہر کی بات پر عمل کرنے کی کوشش کرنا، اس طرح تم ان کے دل میں جگہ بنالو گی کیوں کہ اصل آدمی نہیں آدمی کا کام پیارا ہوتا ہے۔

(۳) میری جان! اپنی زینت و جمال کا ایسا خیال رکھنا کہ جب وہ تجھے نگاہ بھر کے دیکھے تو اپنے انتخاب پر خوش ہو اور سادگی کے ساتھ جتنی بھی استطاعت ہو خوشبو کا اہتمام ضرور کرنا اور یاد رکھنا کہ تیرے جسم ولباس کی کوئی بو یا کوئی بری ہیئت اس کے دل میں نفرت و کراہت نہ دلائے۔

(۴) میری پیاری بیٹی! اپنے شوہر کی نگاہ میں بھلی معلوم ہونے کے لیے اپنی آنکھوں کو سرمے اور کاجل سے حسن دینا کیوں کہ پرکشش آنکھیں پورے وجود کو دیکھنے والے کی نگاہوں میں جچا دیتی ہیں، غسل اور وضو کا اہتمام کرنا کہ یہ سب سے اچھی خوشبو ہے اور لطافت کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔

(۵) بیٹی! شوہر کا کھانا وقت سے پہلے ہی اہتمام سے تیار رکھنا کیوں کہ دیر تک برداشت کی جانے والی بھوک بھڑکتے ہوئے شعلے کی مانند ہو جاتی ہے اور شوہر کے آرام کرنے

اور نیند پوری کرنے کے اوقات میں سکون کا ماحول بنانا کیوں کہ نیند ادھوری رہ جائے تو طبیعت میں غصہ اور چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے۔

(۶) بیٹی! شوہر کے گھر اور ان کے مال کی نگرانی یعنی ان کی اجازت کے بغیر کوئی گھر میں نہ آئے اور ان کا مال لغویات، نمائش و فیشن میں برباد نہ کرنا کیوں کہ مال کی بہتر نگہداشت حسن انتظام سے ہوتی ہے اور اہل و عیال کی بہتر حفاظت حسن تدبر سے ہوتی ہے۔

(۷) میری جان! شوہر کی رازدار رہنا، ان کی نافرمانی نہ کرنا کیوں کہ ان جیسے بارعب شخص کی نافرمانی جلتی پر تیل کا کام کرے گی اور تم اگر اس کا راز دوسروں سے چھپا کر نہ رکھ سکی تو شوہر کا اعتماد تم پر سے ہٹ جائے گا اور پھر تم بھی اس کے دورخے پن سے محفوظ نہیں رہ پاؤ گی۔

(۸) میری بیٹی! جب تمہارا شوہر کسی بات پر غمگین ہو تو اپنی کسی خوشی کا اظہار اس کے سامنے نہ کرنا یعنی اپنے شوہر کے غم میں شریک رہنا۔ شوہر کی کسی خوشی کے وقت غم کے اثرات چہرے پر نہ لانا اور نہ ہی شوہر سے ان کے کسی رویے کی شکایت کرنا۔ اپنے شوہر کی خوشی میں خوش رہنا، ورنہ تم ان کے قلب کو مکدر کرنے والی شمار ہو گی۔

(۹) بیٹی! اگر تم شوہر کی نگاہوں میں قابل احترام بننا چاہتی ہو تو اس کی عزت اور احترام کا خوب خیال رکھنا اور اس کی مرضی کے مطابق چلنا تو تم شوہر کو بھی زندگی کے ہر لمحے اپنا بہترین رفیق پاؤ گی۔

(۱۰) بیٹی! میری اس نصیحت کو پلو سے باندھ لو اور اس پر گرہ لگا لو کہ جب تک تم ان کی

خوشی اور مرضی کی خاطر کئی بار اپنا دل نہیں مارو گی اور اپنے شوہر کی بات رکھنے کے لیے تمہیں اپنی پسند و ناپسند اور دیگر کئی خواہشات کو دبانا ہوگا اگر تم ایسا نہیں کرو گی تو تمہاری زندگی میں خوشیوں کے پھول نہیں کھل سکیں گے۔

یہ نصیحتیں واقعی بہت عمدہ اور گہری ہیں اگر ہر بہن بیٹی اس پر عمل کرلے تو امید ہے وہ ازدواجی زندگی کی خوشیوں کو پالے گی۔ اللہ تعالی ہر بہن بیٹی کے نصیب اچھے کرے۔

گلدستہ نصیحت کے دس انمول موتی:

ایک تابعی بزرگ حضرت عبدالملک بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: جب عوف بن مُلَحِّم شَیْبانی نے اپنی بیٹی کی شادی ایاس بن حارث کندی سے کی تو بیٹی کو تیار کیا گیا اور رخصتی کے وقت لڑکی کی والدہ امامہ اسے نصیحت کرنے کے لیے اس کے پاس آئیں اور کہنے لگیں:

پیاری بیٹی! اگر اس بنیاد پر کسی کو نصیحت نہ کرنا درست ہوتا کہ وہ ادب میں اعلیٰ مقام اور حَسَب نَسَب بھی عالی شان رکھتا ہے تو میں تجھے بھی نصیحت نہ کرتی اور تجھے پَند و نصیحت کرنے سے آزاد سمجھتی لیکن ایسا نہیں ہے نصیحت ایسی چیز ہے جو غافل کی غفلت دور کردیتی ہے اور سمجھ دار کیلئے سوجھ بوجھ کا ذریعہ بنتی ہے۔

اے بیٹی! اگر باپ کے مالدار ہونے کی بنا پر یا بیٹی کو باپ کی سخت ضرورت ہونے کی وجہ سے کوئی عورت شوہر، سے بے نیاز ہوسکتی تو تو سب سے زیادہ بے نیاز ہوتی (یعنی تجھے شوہر کی کوئی ضرورت نہ ہوتی) مگر ایسا نہیں ہے، عورتیں پیدا ہی مردوں کے لیے کی گئی ہیں جیسے مرد عورتوں کے لیے پیدا کئے گئے ہیں۔

اے بیٹی! جس ماحول میں تیری پیدائش ہوئی اور جس گھونسلے میں تو نے پرورش پائی

تو اسے خیر باد کہہ کر ایسی جگہ جارہی ہے جس سے تو انجان ہے اور ایسے ساتھی کی طرف جارہی ہے جس سے تو نامانوس ہے۔ وہ تجھ پر اپنی ملکیت کے سبب بادشاہ بن گیا ہے، تو اس کی لونڈی (فرماں بردار) بن جا ناوہ تیرا غلام ہو جائے گا۔

(۱) خاوند کے ساتھ قناعت سے رہنا اور ایسے زندگی بسر کرنا کہ اس کی ہر (جائز) بات اچھی طرح سننا اور مان لینا، کیوں کہ قناعت میں دل کی راحت ہے اور شوہر کی جائز بات غور سے سن کر ماننے میں رب کی رضا ہے۔

(۲) اپنے شوہر کی ناک اور آنکھ کا خیال رکھنا کہ اسے ہر گز تیرے اندر کوئی ناپسندیدہ چیز دکھائی نہ دے اور وہ تجھ سے عمدہ خوشبو ہی سونگھے۔ موجودہ چیزوں میں سے سرمہ بہترین چیز ہے اور پانی بہترین خوشبو ہے، جو محسوس نہیں ہوتی۔

(۳) اپنے سرتاج کے کھانے کے اوقات کو مد نظر رکھنا اور اس کے آرام و سکون کا بھی خیال رکھنا، کیونکہ بھوک کی شدت آدمی کو بھڑکاتی اور نیند کی خرابی غصہ دلاتی ہے۔

(۴) اپنے شوہر کے رشتے داروں اور اہل و عیال کو اہمیت دینا اور اس کے مال کی حفاظت کرنا کیونکہ مال کی حفاظت حسنِ تقدیر ہے اور رشتے داروں اور گھر والوں کا خیال رکھنا حسنِ تدبیر۔

(۵) اپنے شوہر کے راز فاش مت کرنا اور کسی بھی حال میں اس کی نافرمانی نہیں کرنا۔ اگر تو نے اس کے راز فاش کئے تو اس کی بے وفائی سے بچ نہیں سکے گی اور اگر نافرمانی کرے گی تو اس کا سینہ غصے سے بھڑک اٹھے گا۔

(۶) اے میری پیاری بیٹی! اس کے رنج و غم کی کیفیت میں خُوشی و مسرت کا

اظہار کرنے اوراس کی خوشی کے موقع پر حُزن وملال کا مظاہرہ کرنے سے بچنا کیوں کہ پہلی بات بے پروائی کی علامت ہے اور دوسری بات تعلّقات کو ناخوشگوار بنانے کا سبب، تجھ سے جس قدر ہو سکے اپنے شوہر کی عزت کرنا ،اسے بہت اعلیٰ مرتبہ دینا اور ہمیشہ اس کا ساتھ نبھانا۔

بیٹی یاد رکھنا! تجھے اس سے جو اپنائیت درکار ہے وہ اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک تو اپنی پسند اور ناپسند کے تمام معاملات میں اس کی رِضا کو اپنی رضا پر اور اس کی خواہش کو اپنی خواہش پر ترجیح نہ دے گی۔ اللہ سبحانہ تیرا بھلا کرے اور تیری حفاظت فرمائے۔ (احکام النساء لابن جوزی ، ص ۱۴۲)

نکاح کا خطبہ

خطبہ نکاح کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنے کے بعد سورہ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۰۲، سورہ نساء کی آیت نمبر:۱ ،اور سورہ احزاب کی آیت نمبر : ۷۰، ۷۱ اور سورہ حجرات کی آیت نمبر ۱۸ پڑھی جائے،اس کے بعد نکاح سے متعلق چند احادیث پڑھ لی جائیں۔ ذیل میں خطبہ لکھا جا رہا ہے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُه وَنَسْتَغْفِرُه وَنُؤْمِنُ بِه وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِىَ لَهٗ ۞ ونشهد أَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۞ ونشهد اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُه. أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۞ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ يَآأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَنِسَاءً

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۞ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۞ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۞ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّ أُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ إِنَّ اللّٰهَ

عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ

قال النبی ﷺ یا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ و قال عليه الصلاة والسلام : "تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تربت يداك". وقال ﷺ : الدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ». وقال عليه الصلاة والسلام : '' النكاح من سنتي ''. فمن رغب عن سنتي فليس مني '' أو كما قال عليه الصلاة والسلام" صدق الله مولنا العظيم و صدق رسوله النبی الکریم و نحن علیٰ ذلک لمن الشاهدين والشاكرين والذاكرين والماكرين والحامدين ، والحمد لله رب العلمين۔

نکاح پڑھانے کا صحیحہ طریقہ:

نکاح فارم پہلے پر کریں پھر لڑکی سے نکاح کی اجازت طلب کریں اجازت لڑکی کا ولی لے گا یا ولی جس کو اجازت لینے کا وکیل بنادے وہ اجازت لے گا، گواہوں کی موجودگی میں لڑکی سے یہ کہے کہ آپ کا نکاح فلاں بن فلاں سے بعوض (مثلاً ۷۷۸۶) حق مہر

(معجل یا موجل جو بھی صورت ہو بتادی جائے) کرنے کی اجازت ہے؟ جب لڑکی اجازت دے دے تو اس کے دستخط کروالئے جائیں۔

لڑکی سے اجازت لینے کا طریقہ:

بہتر یہ ہے کہ پہلے لڑکی کو کلمہ استغفار پڑھا کر توبہ کرادیا جائے پھر اول، دوم، سوم، ایمان مجمل اور مفصل پڑھادیں۔اس کے بعد لڑکی سے اس طرح اجازت طلب کریں مثلا: عالی جناب نور محمد صاحب کے صاحبزادے عاقب جاوید صاحب کے ساتھ حق مہر (۷۷۸۶) روپے کے عوض دو خصوصی گواہ، گواہ اول عالی جناب محمد وزیر رضا بن محمد اشرف، گواہ دوم نصیر الدین صاحب بن قمر الدین صاحب کی موجودگی میں میں بحیثیت قاضی اور وکیل آپ کا نکاح کرنا چاہتا ہوں، کیا آپ مجھے اجازت دیتی ہیں کہ میں آپ کا نکاح عاقب جاوید صاحب کے ساتھ پڑھادوں۔ پھر جب لڑکی اجازت دے دے تو دستخط کروالیں۔

لڑکا سے قبول کروانے کا طریقہ:

اور پھر لڑکے کے پاس جاکر اسے بھی توبہ و استغفار کرائیں اول، دوم، سوم، ایمان مجمل، اور مفصل پڑھادیں، بعدہ خطبہ مسنونہ پڑھا جائے۔

پھر لڑکے سے اس طرح قبول کروائیں: مثلا: عالی جناب محمد زید صاحب کی صاحبزادی شمع فاطمہ جس کا دین مہر (۷۷۸۶) سکہ رائج الوقت، علاوہ نان ونفقہ اور رہائشی مکان کے دو خصوصی گواہ، گواہ اول عالی جناب محمد بکر صاحب بن محمد قمر صاحب، گواہ دوم عالی جناب محمد ثمر صاحب بن نظر صاحب کی خصوصی اور جملہ سامعین وحاضرین کی عمومی موجودگی میں میں (محمد سرفراز احمد مصباحی) نے بحیثیت قاضی اور وکیل شمع

فاطمہ کو آپ کی زوجیت میں دیا، کیا آپ نے قبول کیا؟ لڑکا کہے: میں نے قبول کیا۔

بعد نکاح دعا خوانی:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّار۔ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ ۔اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَھُمَا کَمَا اَلَّفْتَ بَیْنَ اٰدَمَ وَحَوَّاءَ۔ وَاَلِّفْ بَیْنَھُمَا کَمَا اَلَّفْتَ بَیْنَ سُلَیْمَانَ وَبِلْقِیْسَ وَاَلِّفْ بَیْنَھُمَا کَمَا اَلَّفْتَ اِبْرَاھِیْمَ وَسَارَہ۔ وَاَلِّفْ بَیْنَھُمَا کَمَا اَلَّفْتَ بَیْنَ یُوْسُفَ وَزُلَیْخَا۔ وَاَلِّفْ بَیْنَ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَائِشَةَ الْکُبْرٰی و امھات المؤمنین اٰمِیْنَ یَا مُجِیْبَ السَّائِلِیْن

اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذِهِ الْقُلُوْبَ قَدِ اجْتَمَعَتْ عَلٰی مَحَبَّتِكَ وَالْتَقَتْ عَلٰی طَاعَتِكَ وَتَوَحَّدَتْ عَلٰی دَعْوَتِكَ وَتَعَاھَدَتْ عَلٰی نُصْرَةِ شَرِیْعَتِكَ ۔فَوَثِّقِ اللّٰھُمَّ رَابِطَتَھَا وَاَدِمْ وُدَّھَا وَاھْدِھَا سُبُلَھَا وَاَمْلَأْھَا بِنُوْرِكَ الَّذِیْ لَا یَخْبُوْ وَاشْرَحْ صُدُوْرَھَا بِفَیْضِ الْاِیْمَانِ بِكَ وَجَمِیْلِ التَّوَکُّلِ عَلَیْكَ وَاَحْیِھَا بِمَعْرِفَتِكَ وَاَمِتْھَا عَلَی الشَّھَادَةِ فِیْ سَبِیْلِكَ اِنَّكَ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرِ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْنَ وَصَلِّ اللّٰھُمَّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وسلم۔

اللھم یا مؤلف القلوب الف بین قلبی وقلب زوجي على محبتك وطاعتك برحمتك یا ارحم الراحمین اللھم حببني الی قلبه وجملني في عینه واستر عیوبي عنه واستر عیوبه عني وألف بین قلوبنا واجمعنا في الفردوس الأعلى من الجنة۔

اللھم ألِّف بینھما بمحبتك کما الفت بین أدم وحوی وألِّف بینھما کما الفت بین یوسف وزلیخا ومحمد وخدیجة الکبری وأصلح جمعهما فی الدنیا والأخرة وهَبْ لهما من لدنك رحمة وقرة أعین واجعلهما من عبادك

النافعين على دينك ولمصالح المؤمنين برحمتك يا أرحم الراحمين

اردو میں دعا: پروردگار عالم ابھی ابھی تیرے پیارے حبیب ﷺ کی مقدس سنتوں کو عملی جامہ پہنایا گیا ہے اور محترم عاقب جاوید محترمہ شمع فاطمہ کے مابین رشتہ ازدواج کا قیام ہوا ہے مولی اس رشتۂ محبت کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت کا درجہ عطا فرما، زوجین اور دونوں خاندان کے مابین بے پناہ محبت قائم فرما، مولیٰ ان دونوں جوڑے کے درمیان حضرت آدم وحوا، حضرت سلیمان وبلقیس، حضرت ابراہیم وسارہ، حضرت یوسف وزلیخا، حضرت علی وفاطمہ زہری سلام اللہ علیہا اور حضور نبی اکرم ﷺ امہات المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جیسی محبت پیدا فرما، اس سنت رسول ﷺ کے طفیل ہم سب پر اپنی رحمت کاملہ نازل فرما، ہم سب کی دعاؤں، التجاؤں، فریادوں کو اپنی بارگاہ میں سند قبولیت عطا فرما۔

دولہا دولہن کو مبارکباد دینا: نکاح کے بعد میاں بیوی کو دعا اور مبارک باد دینا سنت ہے، مبارکبادی کے الفاظ حدیث میں اس طرح منقول ہیں: " عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَفَّأَ الْإِنْسَانَ إِذَا تَزَوَّجَ، قَالَ: بَارَكَ اللهُ لَكَ، وَبَارَكَ عَلَيْكَ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ " ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس نکاح میں برکت دے اور تم دونوں میاں بیوی کو خیر میں جمع کردے۔ (ابوداؤد: ۲/۲۴۱)

ولیمہ کرنا: نکاح کے فوراً بعد چھوہارے یا کوئی میٹھی چیز تقسیم کرنا مستحب ہے، اسی طرح نکاح کی خوشی میں ولیمہ کرنا بھی لڑکے کے لیے مستحب ہے۔ اسے چاہیے کہ اپنے اعزہ واقربا کو اپنی وسعت کے مطابق کھانا کھلائے؛ بشرطیکہ کہ کوئی نام ونمود نہ ہو اور فضول خرچی نہ ہو۔ کھانا کھلانے کے تعلق سے لڑکی یا اس کے گھر والوں پر کوئی چیز واجب یا مستحب نہیں ہے۔ ولیمہ کرنے کے نام پر لڑکے والے کا لڑکی والے سے کچھ مانگنا درست نہیں۔ اگر وسعت نہ ہو تو ولیمہ ہی نہ کرے؛ مگر دوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے۔

تمت بالخير